ابنِ صفی

جلد نمبر
38

جاسوسی دنیا

113- ریت کا دیوتا

114- سانپوں کا مسیحا

115- ٹھنڈا جہنم

116- عظیم حماقت

جاسوسی دنیا نمبر 116

عظیم حماقت

(مکمل ناول)

پیشرس

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،...... مبارک باد قبول فرمایئے۔ لیکن آپ نے تو ۵۰ روپے مہنگائی الاؤنس کی رسید تک نہ دی۔ جب تنخواہ میں ۳۵ روپے اضافہ ہوا تھا تو آپ نے ایک چونی مجھے بھی عنایت فرمائی۔ اب ۵۰ روپے کے اضافے پر بھی صرف چونی ہی کا سوال ہے۔ یہ اضافہ دوسروں نے تو اسی وقت کر دیا تھا جب اچانک کاغذ کی قیمت میں فی ٹن قریباً سو فیصد کا اضافہ ہوا تھا لیکن میں اسی نیک گھڑی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ شاید آپ کی تنخواہوں میں اضافہ ہو جائے، سو اللہ پاک نے میری آرزو پوری کی، (اگر آپ میری کتابیں نہ پڑھتے ہوتے تو آپ کی تنخواہوں میں ہرگز اضافہ نہ ہوتا) بہرحال! اللہ نے چاہا تو آپ کی تنخواہوں میں مزید اضافہ ہوگا۔ بس میرے ناول پابندی سے پڑھتے رہیے (پروفیسروں کی تنخواہیں اسی لیے بہت زیادہ ہوگئی ہیں کہ میرا ہر ناول کئی کئی بار پڑھتے ہیں) دھماکے کے سلسلے میں آپ کا استفسار بہت بڑھ گیا ہے۔ کیا عرض کروں؟ فلم کے لیے کہانی اور میوزک ضروری ہیں۔ میوزک نام ہے سُر اور تال کا، لیکن دھماکے کا سابقہ زیادہ تر ''ہڑتال'' سے پڑتا رہا ہے۔ چاہے وہ قومی پیمانے پر رہی ہو یا اسٹوڈیو کی حد تک...... بہرحال توقع ہے کہ آپ اگست میں دھماکہ دیکھ سکیں گے۔

عظیم حماقت حاضر ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ابن صفی

۱-۷-۷۴

پتھر کی لڑکی

اس دیو کو دیکھ کر ان کے دیوتا ہی کوچ کر گئے۔ پھر بہتروں کے تو پاؤں ہی اکھڑ گئے تھے اور جدھر جس کے سینگ سمائے تھے بھاگ نکلا تھا۔ چیخوں میں ہلکی، بھاری، سریلی اور کریہہ ہر طرح کی آوازیں شامل تھیں۔

دیو جہاں تھا وہیں کھڑا چراغ الہ دین کے فلمی جن کی طرح قہقہے لگا تا رہا۔ پکنک منانے والے اپنا سامان تک چھوڑ بھاگے تھے، جس میں کھانے پینے کی چیزیں، ٹرانزسٹروں کے علاوہ دو عدد گاڑیاں بھی شامل تھیں۔

یک بیک خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلنے میں ارادے کو دخل نہیں تھا۔ اضطراری طور پر اس قسم کے افعال سرزد ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب انہیں ہوش آیا تو ان کے قدم رکنے لگے۔

پھر پندرہ یا بیس منٹ بعد ایک ایک کر کے وہ دوبارہ اسی مقام پر آ پہنچے تھے، جہاں سے خوفزدہ ہو کر بھاگے تھے، ان میں چھ لڑکیاں تھیں اور چار لڑکے! جن کی عمریں بیس بائیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوں گی۔ وہ ڈری ڈری نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر یک بیک ایک لڑکی بولی۔ ''ارے گاڑیاں......!''

اور وہ پھر سب ہی طرح طرح کی آوازیں نکالنے لگے تھے۔ کیونکہ دونوں گاڑیوں کے پہیے بیکار ہو چکے تھے۔ ان کی ہوا نکل چکی تھی۔

''یہ......یہ......کیا ہوا۔'' کوئی بولا۔

''کیا ضرورت تھی اس طرح بھاگنے کی۔ وہ تنہا ہی تو تھا۔'' ایک لڑکے نے غصیلے لہجے

میں کہا۔

''تم شاید یہیں ٹھہرے رہے تھے۔'' دوسرے کا انداز طنزیہ تھا۔

''لیکن ہوا کیسے نکل گئی......؟''

جیسے ہم سب بھاگ نکلے تھے۔''

''بہت اچھے......!'' ایک لڑکا خوفزدہ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔'' تم شاید یہ کہنا چاہتے ہو کہ ڈر کے مارے ہوا نکل گئی۔''

اس پر سب ہی سہمے ہوئے انداز میں ہنسے تھے۔

''اب کیا کریں؟'' کسی نے کہا۔

''کیا کر سکتے ہیں۔ میرے پاس دو فالتو پہیے ہیں اور تمہارے پاس۔'' ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

''صرف ایک......!''

''مرے بے موت......! اب واپسی کیونکہ ہوگئی۔''

''م......مگر......وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا۔'' ایک لڑکی بولی۔

''ارے سامان تو دیکھو۔'' کسی نے ہانک لگائی۔

''سب کچھ موجود ہے۔''

''کک......کہیں پھر نہ دکھائی دے۔'' ایک لڑکی ہکلائی تھی۔

''پتھر اکٹھے کرلو۔'' ایک لڑکا آگے بڑھ کر خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔'' دیکھتے ہی پتھراؤ شروع کر دینا۔''

''پہلے کیوں بھاگے تھے۔''

''وہ اضطراری فعل تھا۔ اب دیکھ لیں گے وہ کتنی بڑی خبیث روح ہے۔''

''ایسا نہ کہو......ایسا نہ کہو!'' ایک لڑکی خوفزدہ سی آواز میں بولی۔

''خاموش رہو!'' وہی نوجوان سخت لہجے میں بولا۔'' اگر اب کسی نے ذرہ برابر بھی خوف ظاہر کیا تو اچھا نہ ہوگا۔''

''یار ختم بھی کرو!'' دوسرا بولا۔'' سورج غروب ہونے والا ہے۔ ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔''

''کیا کر سکتے ہیں۔ شاہراہ یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ہمارے فرشتے بھی دن اور رات میں وہاں تک نہ پہنچ سکیں گے۔''

''تو پھر......؟'' بیک وقت ساری لڑکیوں نے سوال کیا۔

''شاید ہمیں یہیں رات گزارنی پڑے۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔'' ایک لڑکی ہسٹریائی انداز میں چیخی۔

سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لڑکی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔

دفعتاً اس نے دیو کے سے انداز میں ہنسنا شروع کر دیا۔ آواز حیرت انگیز طور پر بھاری ہو گئی تھی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔

''سائرہ......سائرہ......'' وہ بیک وقت چیخے۔

لیکن لڑکی اس انداز میں قہقہے لگاتی رہی۔ پھر وہ ویسی ہی بھاری بھرکم مردانہ آواز میں بولی۔ ''میں اشقر جن ہوں۔ تم نے میرے گھر میں گندگی پھیلائی ہے۔ میں تم لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا۔''

قہقہہ پھر جاری ہو گیا۔ وہ سب بری طرح سہمے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

پھر وہی نوجوان آگے بڑھا، جو کچھ دیر قبل مردانگی کا دعویٰ کر چکا تھا۔

''یہ کیا بکواس ہے؟'' اس نے کڑک کر پوچھا۔

''پیچھے ہٹو۔'' سائرہ قہقہہ روک کر مردانہ آواز میں بولی۔

''یہ مذاق ختم کرو۔''

''احمق لڑکے! میں اشقر جن ہوں۔ اس وقت اس لڑکی پر میرا قبضہ ہے۔''

''سائرہ بکواس مت کرو۔''

''تم لوگوں کو سزا ضرور ملے گی۔'' سائرہ نے قہقہہ لگایا اور پھر وہ قہقہہ یک بیک نسوانی چیخوں میں تبدیل ہو گیا۔ اب سائرہ اپنی اصل آواز میں چیخے جاری تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ آگے پیچھے جھول رہی تھی۔ ایک بار نیچے ہی چلی آئی۔ وہ سب اس کی طرف جھپٹے۔

''ارے یہ تو بیہوش ہو گئی۔''

''پانی کی بوتل لاؤ۔''

''پتا نہیں کیا چکر ہے۔''

''وہ سچ مچ کوئی خبیث روح ہے۔''

پانی کی بوتل لائی گئی اور بیہوش سائرہ کے چہرے پر چھینٹے مارے جانے لگے۔ لیکن وہ بے حس وحرکت پڑی گہری سانسیں لیتی رہی۔

''اب کیا کریں؟''

''کس مصیبت میں پڑ گئے۔''

''یہ جگہ سچ مچ آسیب زدہ معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو میرے سارے رونگھٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔''

''کچھ کرو......فضول باتوں میں وقت نہ گنواؤ۔''

''کیا کر سکتے ہیں!''

''اسے اٹھا کر گاڑی میں لے چلو!''

''چلو اٹھاؤ......!''

چار لڑکیاں آگے بڑھیں۔ بیہوش لڑکی سائرہ ایک گاڑی میں پہنچائی گئی۔ اس کا جسم اکڑ کر رہ گیا تھا۔

وہ سب بیحد پریشان تھے اور بار بار اسی جانب دیکھنے لگتے تھے جدھر سے دیو نمودار ہوا تھا۔ اس کے سر پر دو عدد چھوٹے چھوٹے سینگ بھی تو تھے اور ڈاڑھی ایسی تھی جیسے کسی ٹیلے پر جھاڑیاں اگ آئی ہوں۔ البتہ سر انڈے کے چھلکے کی طرح شفاف تھا۔ ورنہ وہ چھوٹے چھوٹے سینگ بالوں ہی میں چھپ کر رہ جاتے۔ اس کی ہنسی ہیبت ناک تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بادل گرج رہے ہوں۔

''تت......تمہارے پاس تو ریوالور تھا'' ایک نے اس نوجوان سے کہا، جو بہت زیادہ دلیری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

''گاڑی میں تھا......میرے پاس نہیں تھا۔''

''چنگیزی تم ہی ہمت کرو!'' دوسرا بولا۔ ''تمہارے علاوہ شائد ہی کوئی پیدل سڑک تک

پہنچنے کی جرأت کر سکے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔'' جیالا نوجوان سر ہلا کر بولا۔''لیکن ضروری نہیں ہے کہ کوئی اس طرح آنے پر آمادہ ہی ہو جائے۔''

''ہاں......یہ بات تو ہے۔''

''لیکن! بہرحال یہ کرنا ہی پڑے گا۔'' چنگیزی طویل سانس لے کر بولا۔''میں جاؤں گا۔تم فکر نہ کرو۔ایک باسکٹ میں کافی کا تھرموس اور پانی کی بوتل کے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں رکھ دو۔سڑک تک پہنچتے پہنچتے خاصی رات ہو جائے گی۔''

سائرہ اب بھی بیہوش تھی اور وہ سب گاڑیوں کے آس پاس اکٹھا تھے۔

چنگیزی کے مشورے کے مطابق ایک باسکٹ اس کیلئے تیار کر دی گئی۔روانگی سے قبل اس نے اپنی گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ریوالور نکالا تھا اور جیب میں ڈال لیا تھا۔

سب سے پہلے وہ اس جگہ پہنچا جہاں وہ عفریت دکھائی دیا تھا۔ بائیں جانب والی ڈھلان میں اس نے دور دور تک نظر دوڑائی، لیکن کہیں کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہ دی۔پھر وہ اپنے خوفزدہ ساتھیوں سے''خدا حافظ'' کہہ کر دائیں جانب والی ڈھلان میں اترنے لگا۔یہ سارا علاقہ اس کا دیکھا بھالا ہوا تھا۔اس طرف سے سڑک کا فاصلہ نسبتاً کم ہوتا۔

اس کا تعلق وادی گلبار کے سب سے زیادہ معزز خاندان سے تھا۔خان دارا کا بھتیجا تھا جسے وادی گلبار کا بادشاہ ہی کہنا چاہئے۔سرکاری عملہ اس کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔اس کے باوجود بھی چنگیزی نے سڑک سے زیادہ دور پکنک منانے کی مخالفت کی تھی۔لیکن جہاں چار چھ سر پھرے اکٹھا ہوں، وہاں کسی ایک کی کون سنتا ہے۔

وہ جگہ حقیقتاً اس علاقے کی خوبصورت ترین تفریح گاہ بن سکتی تھی لیکن چنگیزی وہاں کے خطرات سے بخوبی واقف تھا۔ویسے یہ اور بات ہے کہ ماورائی خطرے کا تصور تک اس کے ذہن میں نہ رہا ہو۔

ان اطراف میں سانپوں کی بھی بہتات تھی اور سب سے بڑا خطرہ تو بردبانیوں کا تھا۔یہ نیم وحشی اور بت پرست قبائلی تھے۔بردبانی قبیلے میں صدیوں سے عورتوں کی کمی چلی آرہی تھی۔اس لیے دوسری اقوام کی عورتوں کا اغوا ان کے لیے مذہبی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

سہل الحصول عورتیں ان کی دانست میں نعمت غیر مترقبہ ہوتی تھیں۔ لہٰذا چنگیزی نے محض اسی لیے ان اطراف میں پکنک منانے کی مخالفت کی تھی کہ ان کے ساتھ پوری چھ عدد لڑکیاں تھیں۔ بروبانیوں کا کوئی گروہ انہیں گھیر لیتا تو وہ چار عدد مردان کا کیا بگاڑ لیتے۔

بہرحال لڑکیاں اس سے متفق نہیں ہوئی تھیں۔ وہ اس خوبصورت اسپاٹ کو دیکھنا ہی چاہتی تھیں۔ پھر انہوں نے چنگیزی کی غیرت کو بھی للکارا تھا کہ وہ خان دادا کا بھتیجا ہونے کے باوجود بھی بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

چنگیزی تخلص نہیں تھا بلکہ اس کی رگوں میں سچ مچ چنگیز خان کا خون دوڑ رہا تھا۔ اس لیے اسے بھی آ گیا تھا تاؤ اور پھر اسی اسپاٹ پر پکنک منانے کی ٹھہر گئی تھی۔

لیکن وہ دیو کوئی بروبانی تو نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ پوری وادی گلبار میں خود اس قبیلے کے علاوہ اور کسی بھی قبیلے میں زیادہ قد آور لوگ موجود نہیں ہیں اور وہ دیو تو بہت ہی زیادہ لمبا چوڑا تھا۔ اتنا قد آور اور جسیم آدمی تو خود اس کے قبیلے میں نہیں تھا۔

وہ سوچتا ہوا سڑک کی جانب بڑھتا رہا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور تھوڑی ہی دیر بعد ٹارچ کی ضرورت پیش آنے والی تھی۔ پھر دفعتاً اسے سائرہ کی بیہوشی یاد آئی۔ کون جانے اب بھی اسے ہوش آیا ہو گا یا نہیں...... خدا کی پناہ...... اس کی تو آواز ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ بالکل اسی دیو کے سے انداز میں قہقہے لگا رہی تھی......!

اوہ...... کیا نام تھا...... وہ نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا...... کسی جن کا نام لیا تھا۔ اس نے عورتوں پر جن آنے کے بہت سے قصے سن رکھے تھے لیکن اس سے پہلے ایسی کوئی عورت نظر سے نہیں گزری تھی۔ ان کہانیوں پر بھی اسے یقین نہیں تھا، لیکن سائرہ کی آواز وہ خود اس کی آواز تو ہرگز نہیں معلوم ہوتی تھی۔

وہ سوچتا رہا اور پھر اسے وہ نام بھی یاد آ گیا۔ ''اشقر جن'' اس نے یہ نام پہلے کہاں سنا تھا۔ یادداشت پر زور دینے لگا۔ اشقر جن اشقر جن...... اوہ اشقر دیوزاد...... داستان امیر حمزہ میں ان کے گھوڑے کا نام تھا۔ دیو اور پری کے اتصال کا نتیجہ...... کوہ قاف سے لائے تھے امیر حمزہ......!

اشقر جن...... واہ...... لیکن سائرہ کی وہ حرکت اداکاری تو نہیں تھی۔ ہرگز نہیں! اتنی

بھاری آواز نکالنا اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔ وہ آواز بالکل اسی جن یا دیو کی آواز سے مشابہہ تھی......!

اس کے ذہن میں دیو کا مسلسل قہقہہ گونجنے لگا اور وہ پھر چلتے چلتے رک گیا۔ قہقہہ اس کے ذہن کی پیداوار نہیں تھا۔ وہ اسے اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ فضا میں دور دور تک چکراتا پھر رہا ہو......!

اندھیرا پوری طرح پھیل گیا تھا۔ چنگیزی کے جسم سے ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔ جہاں تھا وہیں رک کر ایک پتھر کی اوٹ میں پوزیشن لینے لگا...... ریوالور جیب سے نکل آیا تھا لیکن حماقت کا احساس جلد ہی ہو گیا۔ بھلا اندھیرے میں پوزیشن کس کے خلاف نہ لے رہا تھا۔ کیا وہ اس قہقہے کی سمت کا تعین کر سکا تھا۔ پھر پوزیشن لینا چہ معنی دارد...... اس نے محسوس کیا کہ وہ خائف ہو کر ایک پتھر کی اوٹ میں دبک گیا ہے۔ ریوالور نکال لینا بھی خوفزدگی ہی کا نتیجہ تھا۔

قہقہہ کچھ دیر تک سنائی دیتا رہا پھر سناٹا چھا گیا اور یہ سناٹا اس قہقہے سے بھی زیادہ بھیانک لگ رہا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی جگہ دبکا رہا۔ پھر اٹھنے ہی والا تھا کہ ایک عجیب طرح کی خوشبو کا احساس ہوا اور ساتھ ہی سر بھی چکرا گیا۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑتے چلے گئے تھے اور پھر ذہن بھی گہری تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ اس نے اپنے ذہن پر قابو پانے کی انتہائی کوشش کر ڈالی تھی، لیکن ناکام رہا تھا۔

پھر دوبارہ ہوش آنے پر بڑی دیر تک اپنی بصارت ہی پر یقین نہیں آیا تھا۔ یہی سمجھا شائد خواب دیکھ رہا ہے۔

اس کے چاروں طرف نارنجی رنگ کی خوشگوار دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ شائد سورج کچھ ہی دیر پہلے طلوع ہوا تھا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے سو رہے تھے۔ اس کی دونوں جانب لڑکے بھی جاگ نہیں رہے تھے۔

یک بیک چنگیزی نے انہیں جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ سب ہی جاگ پڑے تھے۔

''لل...... لڑکیاں......؟'' وہ سبھی بیک وقت ہکلائے۔

''کہاں ہیں لڑکیاں؟'' چنگیزی نے پوچھا۔

''دواس گاڑی میں تھیں اور دواس گاڑی میں.....لل.....لیکن ہم سب یہاں ہیں...!''

''چلواترو......!'' چنگیزی نے بائیں جانب والے ساتھی کو دھکا دیا۔

دوسری گاڑی بھی تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھی۔ وہ سب اس کی طرف دوڑ گئے۔ چاروں لڑکیاں گاڑی میں موجود تھیں اور وہ بھی جاگ نہیں رہی تھیں۔ ان میں سے ایک آوازیں دے کر جگائی گئی اور اس نے بقیہ کو جھنجھوڑنا شروع کر دیا۔ پھر اس کے حلق سے ایک خوفزدہ سی چیخ نکلی تھی اور وہ سائرہ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھے جارہی تھی۔

سب بیدار ہوگئی تھیں......لیکن سائرہ اب بھی بے حس وحرکت بیٹھی ہوئی تھی اور پھر وہ سبھی پاگلوں کی طرح چیخنے لگے۔ سائرہ پتھر کی طرح سخت ہوگئی تھی۔ پتھر...... بیجان......اس کی آنکھوں بند تھیں......پتھر سانس نہیں لیا کرتے...اس لیے زندگی کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا۔

اس کے باوجود بھی وہ فوری طور پر وہاں سے روانہ ہو سکتے تھے۔گاڑیوں کے پہیے ان کی لاعلمی میں حیرت انگیز طور پر کارآمد ہو گئے تھے۔

جاسوسی کا پہاڑ

قاسم کی رولز کمپاؤنڈ کے پھاٹک میں برآمد ہوکر سڑک پر آئی اور بہت دھیمی رفتار سے مغرب کی طرف بڑھنے لگی۔ اس نے عقب نما آئینے کی پوزیشن اس طرح بدلی تھی جیسے کسی تعاقب کرنے والے کونظر میں رکھنا چاہتا ہو۔

کچھ دور چل کر اس نے رفتار بڑھائی۔شائد مطمئن ہو گیا تھا۔اس کا تعاقب کسی نے بھی نہیں کیا۔

لیکن جب تیرھویں شاہراہ کے چوراہے سے سچ مچ اس کا تعاقب شروع ہوا تو اسے تعاقب کا شبہ تک نہ ہو سکا۔

رولز تھوڑی دیر بعد ایک بستی کی کسی دورافتادہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔

قاسم گاڑی سے اتر کر برآمدے میں پہنچا۔صدر دروازہ باہر سے مقفل تھا۔قفل کھول کر

وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچا جہاں بہت بڑی بڑی مصنوعی ڈاڑھیاں دیواروں پر لٹکی نظر آ رہی تھیں۔ بھانت بھانت کے ملبوسات، وگیں اور بھی نہ جانے کتنا میک اپ کا سامان ادھر ادھر بکھرا پڑا تھا۔

اس نے ایک وگ اٹھائی جس سے ڈاڑھی مونچھیں اور ناک پر فٹ ہو جانے والا پلاسٹک کا ایک خول بھی اٹیچ تھا۔

بس پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا حلیہ ہی بدل کر رہ گیا.....تن وتوش کا میک اپ بھی ممکن ہوتا تو شائد اسے قریب سے دیکھنے والے بھی نہ پہچان سکتے۔ اس نے وہ لباس بھی تبدیل کیا، جو گھر سے پہن کر آیا تھا۔

کچھ دیر بعد باہر نکل کر صدر دروازے کو دوبارہ مقفل کیا اور گیراج سے ایک جیپ نکالی۔

وولز اسی عمارت میں چھوڑ دی گئی تھی اور اب وہ جیپ ڈرائیو کر رہا تھا لیکن اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ایک گاڑی اب بھی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے جیپ روکی تھی اور فٹ پاتھ پر اتر گیا تھا۔ تعاقب کرنے والی گاڑی کچھ آگے بڑھ کر فٹ پاتھ سے جا لگی۔

قاسم اونٹ کی طرح منہ اٹھائے چالیس منزلہ عمارت ''الجمہوریہ'' کی طرف چل پڑا تھا۔

وہ جب بھی یہاں آتا تماشہ بن کر رہ جاتا۔ لوگ اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتے تھے اور چلتے چلتے رک کر اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہو۔

اٹھائیسویں منزل کے لیے روانگی لفٹ کے ذریعہ ہوئی تھی اور وہ لفٹ میں تنہا تھا۔

اٹھائیسویں منزل تک پہنچتے پہنچتے اس کی کمر اور شانوں میں درد ہو جاتا تھا کیونکہ لمبے چوڑے جسم کو موڑے بغیر وہ لفٹ میں سا ہی نہیں سکتا تھا......لفٹ بوائے ایک گوشے میں دبکا ہوا اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ قاسم کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔ یہ بات پہلے ہی دن طے ہو گئی تھی کہ وہ اسے لفٹ میں تنہا لے جایا کرے گا اور اس کی طرف دیکھا نہیں کرے گا۔ اس کے عیوض اسے روزانہ پانچ روپے ملتے تھے۔ قاسم لفٹ میں داخل ہوتے ہی اس کے ہاتھ پر پانچ روپے کا نوٹ رکھ دیتا تھا۔

معمول کے مطابق اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔

لفٹ بوائے لفٹ کو گراؤنڈ فلور پر واپس لایا تو ایک خوش شکل اور دبلی پتلی عورت اس کی منتظر تھی اور اتفاق سے اس لفٹ کے قریب کوئی ایسا آدمی بھی موجود نہیں تھا جسے اوپر جانا رہا ہو۔

''کیا آپ اوپر تشریف لے جائیں گی؟ لفٹ بوائے نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''اسی فلور پر جہاں اسے چھوڑ آتے ہو!'' عورت نے جواب دیا۔

''اوہ......!'' لفٹ بوائے کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''دفتر کس نام سے ہے؟'' عورت نے اسے نظر انداز کر کے پوچھا۔

''پتا نہیں جناب......ویسے بہت لوگ پتا پوچھتے ہوئے آتے ہیں۔''

وہ لفٹ میں داخل ہوگئی۔ اسے بھی لفٹ بوائے نے اٹھائیسویں فلور پر چھوڑا۔

اس دوران میں قاسم اپنی میز پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے گھنٹی بجائی اور ایک لحیم شحیم جوان عورت نے کمرے کا دروازہ کھول کر کہا۔ ''یس باس......!''

''ادھر آ کر بیٹھو......!'' قاسم نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''یس باس......!'' اس نے مؤدبانہ تعمیل کی تھی۔

''رپورٹ......!'' قاسم اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''کیس نمبر جناب......؟''

''قیس نمبر......!'' قاسم اسے گھورتے ہوئے بولا۔ ''قیس نمبر بھی تم ہی بتاؤ۔''

''وہ......وہ......!'' عورت ہکلائی۔

''زیرو ٹو کہاں ہے؟''

''ابھی نہیں تشریف لائے جناب!''

''لاٹ صاحب کا بچہ ہے سالا......روز لیٹ آتا ہے......جاؤ......غیر حاضری لگا دو......!''

''بہت بہتر جناب!'' اس نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی! قاسم اس کے چلنے کے انداز کو بڑی لگاوٹ سے دیکھ رہا تھا۔

وہ چلی گئی! دروازہ بند ہونے پر اس نے بڑی لمبی سانس کھینچی تھی۔ پھر کرسی کی پشت پر ڈھیر ہو جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ انٹرکوم سے آواز آئی۔ ''ایک مؤکلہ فوری طور پر ملنا چاہتی

ہیں جناب۔''

''زیروٹو آیا یا نہیں؟'' قاسم نے پوچھا۔

''نہیں جناب......!''

''اچھا تو تم ہی مؤکلہ سے پوچھ لو کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔''

''وہ صرف آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔''

''ناممکن...... گفتگو میں نہیں قرتا...... زیروٹو کرتا ہے۔''

''وہ موجود نہیں ہیں......!''

''کہدو کہ گفتگو واا۱ موجود نہیں ہے۔ پھر کبھی تشر پسھ اائیں۔''

''وہ کسی طرح مانتی ہی نہیں!''

''جوان ہے......!'' قاسم نے منہ چلا کر پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''اچھا تو لاؤ اسے...... مگر گفتگو تم ہی کروگی۔''

''بہت اچھا جناب!''

قاسم سیدھا ہو بیٹھا اور آنکھوں میں کچھ اس قسم کی خونخواریت پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا کہ آنے والی مؤکلہ کانپ کر رہ جائے لیکن ہوا یہ کہ مؤکلہ کی شکل دیکھ کر خود قاسم کی گھگھی بندھ گئی.... یہ مئوکلہ خود اسکی اپنی بیوی تھی جس کی لاعلمی میں یہ کھڑاگ پھیلا بیٹھا تھا۔ بوکھلاہٹ میں نہ جانے کون کون سی حرکتیں سرزد ہو جاتیں لیکن اسے فوراً یاد آ گیا کہ وہ خود تو میک اپ میں ہے۔ پہچان تو ہو سکے گی نہیں لہٰذا جی کڑا کر کے خاموش بیٹھے رہو۔

سیکرٹری موکلہ کو کرسی پیش کرتی ہوئی بولی۔''باس صرف سنتے ہیں۔ بولتے نہیں!''

بیوی قاسم کو گھورے جا رہی تھی اور قاسم بھی آنکھیں پھاڑے بیٹھا تھا۔

''آپ اپنا مسئلہ بیان کیجئے!'' سیکرٹری بولی۔''ہم معقول معاوضے پر نہ صرف مسئلے کا حل بتاتے ہیں بلکہ عملی طور پر بھی مدد کرتے ہیں۔''

''میرا مسئلہ میرا شوہر ہے۔'' قاسم کی بیوی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''کیا آپ طلاق لینا چاہتی ہیں؟''

''ہرگز نہیں!''

''پھر ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟'' سیکرٹری نے پوچھا۔

''میں اپنے شوہر کو پٹوانا چاہتی ہوں۔''

قاسم نے سختی سے دانت بھینچ لئے لیکن دم بخود بیٹھا رہا۔

''ہم کوئی غیر قانونی کام نہیں کرتے محترمہ۔'' سیکرٹری بولی۔

''ارے یہ تو عین ثواب کا کام ہوگا۔'' قاسم کی بیوی نے قاسم کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''میں نہیں سمجھی محترمہ!''

''اگر اسکی دونوں ٹانگیں توڑ دی جائیں تو میں فی ٹانگ دس ہزار روپے تک دے سکتی ہوں۔''

''معقول رقم ہے!'' سیکرٹری سنجیدگی سے سر ہلا کر بولی اور قاسم اسے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

''تم لوگ اس مسئلے پر اچھی طرح غور کرلو۔'' قاسم کی بیوی اٹھتی ہوئی بولی۔'' میں کل پھر آؤں گی۔''

سیکرٹری اسے رخصت کرنے صدر دروازے تک گئی تھی اور پھر قاسم کے کمرے میں واپس آ گئی تھی۔

''کیا خیال ہے جناب؟ رقم تو خاصی ہے۔'' اس نے قاسم سے کہا۔

''خیال......؟ قاسم دہاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ اور بھی کہتا لیکن جلد ہی سنبھل گیا۔ وہ اس میک اپ میں صرف باس تھا...... قاسم نہیں......!

سیکرٹری اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی۔ قاسم کو کچھ نہ سوجھی تو بولا۔'' قہاں مرغیا زیروٹو......!''

''وہ......وہ...... جناب زیروٹو کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہ آسکی!''

''قونسی حرکت؟''

''اس عورت کے پیچھے ہی پیچھے وہ بھی آفس میں داخل ہوا تھا لیکن اس کی شکل دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔''

''ہاں...... ہاں...... اب تو بھاگے ہی غا سالا...... کھیر کھیر...... دیخ لوں غا۔''

''میں نہیں سمجھی جناب!''

''چپ رہو......میں قون ہوں؟''

''زیرون جناب!''

''وہ قون ہے؟''

''زیروٹو......!''

''تم کون ہو؟''

''زیروتھری جناب!''

''ٹھیک ہے......جاؤ اپنا کام کرو!''

''لیکن اس عورت کا مسئلہ......؟''

''مسئلے کی ایسی تیسی......جو کہہ رہا ہوں قرو......!''

وہ کمرے سے چلی گئی اور قاسم کرسی پر گر کر ہانپنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ پھر کھلا تھا اور کرائم رپورٹر انور کی شکل دکھائی دی تھی۔

قاسم بھڑک اٹھا۔''اتنی دیر سے کیوں آئے؟''

''پہلے تم بتاؤ سب خیریت ہے نا۔''انور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''تم بھاغے قیوں تھے۔سب سالے مصیبت میں پھنسانے والے ہی ملتے ہیں۔''

''کیا پہچان لیا بیگم صاحبہ نے؟''

''میں نہیں جانتا......!''

''آخر بات کیا تھی......؟ کیوں آئی تھیں!''

''میں قہتا ہوں......خاموش رہو!''

''زیروتھری......!''انور نے انٹر کام کی طرف جھک کر سیکرٹری کو آواز دی۔''یہاں آؤ......!''

''نہیں۔یہاں نہیں!''قاسم دہاڑا۔''وہیں جا کر پوچھ لو......!''

انور نے اسے گھور کر دیکھا تھا اور سیکرٹری کے نمودار ہونے سے پہلے ہی کمرے سے نکل گیا تھا۔

قاسم نے انٹرکوم کا سوئچ آف کیا اور بہ آواز بلند سوچنے لگا۔''دیخو سالی اب کیا گل

کھلاتی ہے......پٹوائیں غی مجھے......میری ٹانگیں تڑوائیں گی......ایک ٹانگ کے دس ہزار روپے......اچھا......اچھا......دیخوں غا۔ ابے ہاں......میرا جو دل چاہے غا کروں غا...... چپاتی سالی بیغم......!"

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ انور واپس آ گیا۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔ پھر انور سنجیدگی سے بولا۔ "تین ماہ سے ہم بزنس کر رہے ہیں۔ آخر آج ہی کیوں......؟"

"میں قیا جانوں......!"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا اشتہار دیکھ کر آئی ہوں...... سچ مچ تمہاری ٹانگیں تڑوا دینا چاہتی ہو۔"

"بس بس......کھاموش......!"

"یا پھر ہو سکتا ہے کہ تمہارے اچانک غائب ہو جانے کی بنا پر انہیں شبہ ہوا ہو۔ آخر تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ تین دن کہاں غائب رہے تھے۔"

"ٹاپ سیکرٹ!" قاسم مسکرا کر بولا۔ "نہیں بتایا جا سکتا۔ اب میں جاسوسی کا پہاڑ ہوں۔"

"اگر میری لاعلمی میں اپنے طور پر کچھ کر بیٹھے تو تمہاری پریشان حالی کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوگی۔" انور خشک لہجے میں بولا۔

"میں قہتا ہوں کھاموش رہو۔"

"اور میں کہتا ہوں فی الحال دفتر میں تالا ڈالو اور گھر بیٹھ رہو۔"

"زیرو تھری کا کیا حال ہوگا۔"

"بدستور ملازم رہے گی۔ دفتر بند کر دینے سے اس کی ملازمت پر کیا اثر پڑے گا۔"

"مگر میں دفتر کیوں بند کروں!"

تمہاری بیگم صاحبہ کے توسط سے یہ خبر حمید تک ضرور پہنچے گی اور کرنل صاحب اسے ہرگز پسند نہیں کریں گے۔"

"بہت دیخے ہیں قرنل ورنل...... میں قیا کسی سے کم ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمارا یہ بزنس قانونی طور پر جائز نہیں ہے۔"

''امے جاؤ......کسی اور قو الو بنانا......قانونی طور پر جائز نہیں ہے......ہونہہ۔''

''میں غلط نہیں کہہ رہا۔''

''کیا ہم چوری چھپے یہ قام قر رہے ہیں۔ ارے ہمارا اشتہار تو اخباروں میں چھپتا ہے۔''

''سمجھنے کی کوشش کرو...... میں نے اشتہار ہی کچھ اس قسم کا بنایا ہے کہ عام طور پر ہمارا ادارہ نفسیاتی مسائل سے متعلق سمجھا جائے لیکن دوسرے ضرورت مند سمجھ لیں کہ ہم اس سے بھی زیادہ کچھ کر سکیں گے لہٰذا ایسے لوگ جو پولیس سے مدد نہیں لینا چاہئے۔ ہمارے پاس دوڑے آتے ہیں اور تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ ہمارے پاس کچھ نفسیاتی مریض بھی آئے ہیں۔ اسی لیے اس ناکام لیڈی ڈاکٹر کو زیرو تھری بنانا پڑا ہے۔ دو ہزار روپے ماہوار وہ اپنی پریکٹس سے تو نہیں کما سکتی تھی۔ اپنے مطب میں بیٹھی مکھیاں مارا کرتی تھی۔''

''میں سمجھ غیا۔'' قاسم پر تشویش لہجے میں بڑبڑایا۔

''اس لیے اب مجھ بتا دو کہ تین دن تم کہاں غائب رہے۔''

''ہرگز نہیں بتاؤں غا۔''

''آخر کیوں......؟ ہمارے معاہدے میں راز داری تو نہیں شامل تھی!''

''امے جاؤ......اب قیا بزنس میں تمہیں یہ بھی بتا دوں غا کہ زیرو تھری مجھ سے محوبت کرنے لگی ہے۔''

''دیکھو بیٹے جاسوسی کے پہاڑ... میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اس چکر میں نہ پڑنا۔''

''کونسی آفت آ غئی!''

''یہ جو آ کر فی الحال چلی گئی ہے۔ ضرور کوئی آفت لائے گی۔ تم دیکھ لینا۔''

''ابے ہاں......یہ تو ہے!'' قاسم دفعتاً بدحواس ہو گیا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اچھی بات ہے! ایک ہفتے کی چھٹی کر دو......! لیکن زیرو تھری......؟''

''وہ کہیں بھاگی نہیں جاتی۔ شہر ہی میں موجود رہے گی۔''

''اچھا......اچھا......!''

''میں تو چلا......تم بھی چلتے پھرتے نظر آؤ۔ زیرو تھری کو سمجھا دوں گا۔''

''مگر بیٹا......اسے یہ نہ بتانا کہ مؤکلہ قون تھی......وہ سمجھتی ہے کہ ابھی میری شادی نہیں

ہوئی!'' قاسم شرما کر بولا۔

لیکن انور اس کی پوری بات سنے بغیر ہی کمرے سے نکل گیا تھا۔قاسم نے برا سا منہ بنا کر بند دروازے کو گھونسہ دکھایا اور پھر اس طرح پیٹ سہلانے لگا جیسے مروڑ اٹھی ہو۔

فریدی پر حملہ

''یقین کرو...... میں کچھ بھی نہیں جانتا۔'' حمید نے زچ ہو کر بُرا سا منہ بنایا۔

''تو جناب! خود ان میں تو اس کی صلاحیت نہیں ہے کہ کسی سہارے کے بغیر کوئی ایسا کام کر بیٹھیں۔'' قاسم کی بیوی نے خشک لہجے میں کہا۔

''یہ بھی درست ہے!'' حمید سر ہلا کر بولا۔''اچھا اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جو اس کی سیکرٹری بنی ہوئی تھی۔''

''میں نہیں جانتی......وہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے۔'''' قاسم نے کچھ نہیں بتایا۔''

''میں نے اسی عورت سے نام پوچھا تھا۔'' قاسم کی بیوی ہنس کر بولی۔''زیرو تھری...!''

''کیا مطلب؟''

''اس نے یہی بتایا ہے...... بہت تیز عورت معلوم ہوتی ہے۔''

''دفتر میں......اس عورت کے علاوہ کوئی اور بھی تھا۔''

''نہیں...... میں کہتی ہوں حمید بھائی اگر آپ انہیں اس حلیے میں دیکھ لیتے تو کسی طرح بھی اپنی ہنسی نہ روک سکتے۔ یہاں تو سنجیدگی برقرار رکھنے کے سلسلے میں پیٹ میں درد ہو گیا تھا۔''

''تو اب وہ گھر سے باہر نہیں نکل رہا۔''

''جی نہیں! کہتے ہیں ایک ہفتے تک آرام کروں گا۔''

''تم نے اس پر ظاہر تو نہیں ہونے دیا کہ وہ میک اپ میں پہچانا جا چکا ہے۔''

''قطعی نہیں! میں نے اپنے معمولات میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔''

''یہ بہت اچھا کیا۔'' حمید بولا۔

قاسم کی بیوی اسے غور سے دیکھتی ہوئی ہنس پڑی۔

''اوہ! تو تمہیں اب تک یقین نہیں کہ میں اس میں ملوث نہیں ہوں۔''

''کیسے یقین آ جائے! انہیں بھی جانتی ہوں اور آپ کو بھی۔''

''سنو! میں اس کا دوست ہوں۔ اسے کسی ایسے کام کی ترغیب نہیں دے سکتا۔ جس کی بنا پر وہ قانون کی گرفت میں آ جائے۔''

''قانون تو آپ لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔''

''اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔'' حمید ناخوشگوار لہجے میں بولا۔ ''کیا تم مجھے اس عمارت کا پتا بتا سکو گی جہاں اس نے گاڑی تبدیل کی تھی اور میک اپ کیا تھا۔''

''آپ نہیں جانتے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

''بس اب اس مسئلے پر گفتگو نہیں ہوگی۔'' حمید بھڑک اٹھا۔

قاسم کی بیوی ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''چلئے یقین آ گیا کہ آپ لاعلم ہیں!'' اس نے بالآخر کہا اور حمید نے ایک طویل سانس لی۔

آج قاسم کی بیوی نے اسے فون کر کے گھر نہیں بلایا تھا بلکہ خود آئی تھی...... فریدی گھر میں موجود نہیں تھا۔

''سوال تو یہ ہے کہ تمہیں دفعتاً اس حد تک شبہ کیوں ہوا کہ تم اس کے تعاقب میں نکل کھڑی ہوئیں۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔

''بغیر بتائے تین دن گھر سے غائب رہے تھے۔'' قاسم کی بیوی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''مجھے یقین ہے کہ یہ سلسلہ بہت دنوں سے جاری ہے۔''

''یہ کس بنا پر کہہ سکتی ہو؟''

''دفتر جانا دو تین دن کی بات نہیں اور اب تو میں نے اشتہارات کے تراشے بھی اکٹھا کر لئے تھے۔ ان میں تین ماہ قبل کے اشتہارات بھی شامل ہیں۔ ادارے کا نام 'رازدار' ہے۔''

''رازدار......'' حمید چونک پڑا۔

''کیوں؟ کیا بات ہے!'' وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''وہ تو کسی ماہر نفسیات کا کھڑاگ ہے۔''

''جی نہیں!''

ارے ہاں...... لیڈی ڈاکٹر فوزیہ کا ادارہ ہے۔ اس دوران میں کئی پارٹیوں میں اس سے ملاقات ہو چکی ہے۔ ذہنی امراض کی معالج ہے''راز دار'' اسی کا اسٹیبلشمنٹ ہے۔

''ذرا حلیہ تو بیان کیجئے اس لیڈی ڈاکٹر کا۔''

حمید لیڈی ڈاکٹر فوزیہ کا سراپا بیان کرنے لگا۔

''آپ زیرو تھری کا حلیہ بیان کر رہے ہیں۔'' وہ اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولی۔

''اگر یہ بات ہے تب تو پھر مجھے سنجیدہ ہونا پڑے گا۔''

''چلئے...... میں آپ کو وہ عمارت دکھاؤں...... جہاں سے وہ حضرت میک اپ میں برآمد ہوئے تھے۔''

''ضرور چلوں گا۔''

''قفل شکنی کے آلات بھی رکھ لیجئے گا۔ عمارت مقفل ہی ہوگی۔''

عمارت گھنی آبادیوں سے دور واقع تھی۔ وہاں پہنچ کر حمید کو ایسی تدبیروں سے قفل کھولنا پڑا تھا کہ اسے دوبارہ بند بھی کیا جا سکتا۔

وہاں ایک کمرے میں میک اپ کے سامان اور ملبوسات کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ شائد دوسرے کمرے استعمال ہی نہیں کئے گئے تھے۔

''ناممکن......'' حمید بڑبڑایا۔

''کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟'' قاسم کی بیوی اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''بلاشبہ وہ اپنے طور پر اس حد تک نہیں جا سکتا۔''

''میں سمجھتی ہوں......اسی لئے تو خیال آپ کی طرف گیا تھا۔''

''شہر میں اونٹ بدنام......!''

''بہرحال میں کچھ نہیں جانتی۔ اس معاملے کو آپ ہی دیکھیں گے۔''

''ایک آدمی اور بھی ہے۔ جس نے ایک آدھ بار اسے اپنی مقصد برآری کے لئے استعمال کیا ہے۔''

''کون ہے؟''

''لیکن وہ مشکل ہی سے اعترف کرے گا۔''

''مجھے بتایئے نا کون ہے؟''

''اسٹار کا کرائم رپورٹر انور......!''

''وہ رشیدہ والا......!''

''ہاں......وہی......اگر تم اس کے منہ پر تھوڑا سا جھوٹ بول سکو تو میں اگلوا لوں گا۔''

''میں نہیں سمجھی!''

''بتاتا ہوں......'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''کیا تم نے اسے کبھی دیکھا ہے۔''

''قاسم صاحب کے پاس تصویر دیکھی تھی۔''

''یعنی اسے دیکھ کر پہچان لو گی۔''

''ہو سکتا ہے۔''

''بہر حال اسے دیکھتے ہی تمہیں بیساختہ کہنا ہو گا کہ یہی صاحب تھے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''تم نے اسے ''راز دار'' کے آفس میں دیکھا تھا۔''

''مگر میں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا......تمہیں کہنا یہی ہو گا کہ وہاں تمہیں دیکھتے ہی کھسک گیا تھا۔ شائد سمجھا تھا کہ تمہاری اس پر نظر نہیں پڑی۔''

''اوہ......میں سمجھ گئی......لیکن اس کی جرح کے جواب میں گڑ بڑا گئی تو؟''

''تمہیں صرف اتنا ہی کہنا پڑے گا۔ اس کے بعد تم اس کی کسی بات کا جواب نہ دو گی۔''

''ٹھیک ہے......میں تیار ہوں......!''

انور اتفاق سے آفس ہی میں مل گیا۔ حمید اور قاسم کی بیوی کو دیکھ کر بری طرح چونکا تھا۔ پھر ایسا نظر آنے لگا تھا جیسے قاسم کی بیوی کو پہلی بار دیکھا ہو۔''

''آپ کی تعریف؟'' وہ اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا اور قاسم کی بیوی بولی۔ ''یہی صاحب تھے۔''

حمید انور کو گھورے جا رہا تھا۔

''کیا قصہ ہے؟ اس نے بھی تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''راز دار؟'' حمید نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا بکواس ہے!''

''اس بار تمہیں نہیں بخشوں گا۔ شائد کرنل صاحب بھی اس معاملے میں دخل اندازی نہ کر سکیں۔'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔''

''آؤ چلیں!'' حمید نے قاسم کی بیوی سے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''بات تو سنو!'' انور اٹھتا ہوا بولا۔

''وقت نہیں ہے..... آفس میں طلب کر کے سنوں گا۔''

انور نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ تھی۔

یہ دونوں نکلے چلے آئے۔

''اب کیا ہوگا۔'' قاسم کی بیوی نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس میں اسی کا ہاتھ ہے۔ لیکن شائد اسے ثابت نہ کیا جا سکے۔ اس کا انحصار قاسم کے اعتراف ہی پر ہوگا۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''الجمھوریہ کا وہ اپارٹمنٹ قاسم کے نام سے حاصل نہ کیا گیا ہوگا۔ خیر میں دیکھوں گا۔''

''وہ ڈاکٹر فوزیہ!''

''تم جانتی ہی ہو کہ قاسم لحیم شحیم عورتوں کے پیچھے کس طرح بھاگتا ہے۔''

''میں دیکھ لوں گی اس کتیا کو بھی۔''

''تمہیں مزید دخل اندازی کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اب یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔ قاسم کی دانست میں ایسی ہی بنی رہو۔ جیسے تم نے اسے راز دار کے دفتر میں پہچانا نہیں تھا۔''

''میرا تو خون کھول رہا ہے۔''

''خود کو قابو میں رکھو۔ ورنہ وہ قابو سے باہر ہو جائے گا۔ عاصم صاحب نے بھی آخر کار تھک

ہار کر اسے ڈھیل دے دی ہے۔ آج کل تمہارے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ کیا فائدہ کہ تم اپنا بھرم بھی کھو بیٹھو۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

حمید کا خیال درست نکلا۔ الجمہوریہ میں ''راز دار'' کا دفتر قاسم کے نام پر نہیں حاصل کیا گیا تھا۔ اس کی کرایہ دار ڈاکٹر فوزیہ تھی اور وہ عمارت .... جہاں قاسم بھیس بدلا کرتا تھا۔ اس کے اپنے باپ ہی کی ملکیت ثابت ہوئی۔ حال ہی میں خریدی گئی تھی۔ کرائے کے لیے خالی تھی لیکن عاصم صاحب کی لاعلمی میں اس پر سے ''Tolet'' بورڈ ہٹا دیا گیا تھا۔

حمید نے انور کو سچ مچ اپنے آفس میں طلب کر لیا۔ وہ آیا تھا اور مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا تھا۔ ''وقت ضائع کر رہے ہو۔ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے۔ قاسم کی بیوی نے مجھے وہاں ضرور دیکھا ہوگا۔''

''تمہیں اعتراف ہے۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''گلے گلے پانی میں۔''

''کیا یہ ثبوت نہیں ہے۔''

''کس بات کا......؟''

''تم لوگوں نے غیر قانونی طور پر سراغرسانی کا ادارہ قائم کر رکھا ہے۔''

''ہوش کے ناخن لو پیارے شرلاک! ڈاکٹر فوزیہ میری معالج ہے۔ آج کل میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ دو ماہ سے اس کے زیر علاج ہوں۔''

''قاسم کا وہاں کیا کام؟''

''میں کیا جانوں......ہو سکتا ہے اس نے بھی اپنے علاج کے سلسلے میں ڈاکٹر فوزیہ سے رجوع کیا ہو۔''

''نہیں چلے گی۔''

''یہ تو ایسی چلے گی پیارے شرلاک کہ تمہیں دن میں تارے نظر آ جائیں گے۔''

''حمید نے بے بسی سے طویل سانس لی۔ اسے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ نہیں چلے گی۔ پھر بھی دھونسانے کے لیے اسے طلب ہی کر لیا تھا۔ اس طرح کم از کم قاسم کی بیوی کی پریشانی

تو رفع ہو سکتی تھی۔ ظاہر تھا کہ ان حالات میں خود انور قاسم کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا۔

بہر حال وہ اب بھی انور کو خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

''اور کچھ......؟'' انور نے طنزیہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''تم جا سکتے ہو!''

''لیکن اب اگر تم نے پھر کبھی اس طرح مدعو کیا تو تمہارے لیے ایک عدد جھنجھنا اور ٹافیوں کا ڈبہ ضرور لاؤں گا۔''

حمید دانت پیس کر رہ گیا۔ انور جاتے جاتے دروازے کے قریب رک کر ایک بار پھر اس کی طرف مڑا تھا اور بائیں آنکھ دبا کر باہر نکل گیا تھا۔

''دیکھوں گا بیٹا تم کو......!'' حمید گردن جھٹک کر بڑبڑایا۔

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے بے دلی سے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے فریدی کی آواز سن کر چہرے پر کسی قدر بحالی کے آثار نظر آئے تھے۔

''میں ائیر پورٹ پر تمہارا منتظر ہوں۔''

''ایسی کوئی بات طے تو نہیں تھی۔'' حمید بولا۔

''ایمر جنسی......چھ بجے والی فلائٹ سے رام گڑھ روانہ ہونا ہے۔''

''یونہی اٹھ کر چلا آؤں۔''

''نہیں! میرا اور اپنا سوٹ کیس بھی لیتے آنا۔ جلدی کرو وقت کم ہے۔''

''زیادہ عرصہ قیام رہے گا۔''

''فی الحال یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہری اَپ!''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور حمید نے پُر تفکر انداز میں ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر قاسم کے نمبر ڈائیل کئے۔ اس کی بیوی کو صورت حال سے مطلع کرنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سے قاسم کی دہاڑ سنائی دی۔

''میں انور بول رہا ہوں۔'' حمید نے انور کی آواز بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''گھر سے باہر قدم نہ نکالنا۔''

''قیوں؟ اتنے ڈرپوق ہو غئے ہو پیارے......ہی ہی ہی ہی......!''

''تمہاری بیوی سارے شہر میں زیرو تھری کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ اگر پولیس کو علم ہو گیا تو غضب ہو جائے گا۔''

''اوہ....تو یہ بات ہے۔'' قاسم آہستہ سے بولا۔ ''ابھی ابھی کہیں سے واپس آئی ہے۔''

''میں غلط نہیں کہہ رہا۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔

''لیقن اس نے مجھ سے تو قچھ نہیں کہا۔ پہچان ہی نہیں سکی تھی۔''

''اس وہم میں نہ رہنا۔ بہت چالاک عورت ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ کو تلاش کر لینے کے بعد تمہاری خبر لے گی۔''

''امے یہ عورت مجھے پاگل قر دے غی۔ میں کہاں مر جاؤں۔''

''دوسری عورت کا خیال ترک کرو!''

''میں زیرو تری کے بغیر زندہ نہیں رہ سقتا......سمجھے زیرو ٹو......!''

حمید پر معنی انداز میں سر کو جنبش دے کر بولا۔ ''عورت کے بغیر زندہ رہنا سیکھو۔''

''نہیں سیکھتا!'' دوسری طرف سے قاسم دہاڑا۔ ''قیا تم عورت کے ابا میاں ہو....!''

''تمہارے بھلے کو کہتا ہوں۔''

''میرے بھلے کی ایسی تیسی...... پہلے سالے تم نے مجھے جنجال میں پھنسایا اب جیرو تھری سے چھڑا دینا چاہتے ہو۔ میں سمجھ غیا...... میری بیوی کو بھی تمہی نے اطلاع دی ہو غی......چار سو بیس سالے...... جانتے ہو میرے بیاسی ہزار خرچ ہوئے ہیں!''

''جہنم میں جاؤ!'' کہہ کر حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

پھر وہ ہنس پڑا تھا۔ قاسم کو مزید پریشان کرنے کے لیے ایک پلاٹ اس کے ذہن میں جنم لے رہا تھا۔ لیکن فی الحال وہ اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکتا تھا۔ خیر واپسی پر سہی......اس نے سوچا اور گھر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ ساڑھے پانچ بجے تک اسے ایئر پورٹ پہنچنا تھا۔

دفتر کے دروازے ہی تک پہنچا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔

''ہیلو......حمید اسپیکنگ!'' اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

دوسری طرف سے سارجنٹ شاہد کی آواز سنائی دی۔ ''فوراً ایئر پورٹ پہنچئے! کسی نے فائر کر کے کرنل فریدی کو زخمی کر دیا ہے۔''

''کیا بکواس ہے۔'' حمید بوکھلا کر بولا۔

''گولی بائیں بازو میں لگی ہے۔''

''خدا کی پناہ! میں پہنچ رہا ہوں۔'' حمید نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہ رہ سکے گا۔

ٹماٹر

پتا نہیں کس طرح وہ ائر پورٹ پہنچا تھا۔ دفتر سے سیدھا ادھر ہی نکلا چلا گیا تھا۔ اس خبر کے بعد سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ وہ سوٹ کیسوں کے لیے گھر بھی جاتا۔

فریدی نے اس دوران میں اس سے کسی اہم معاملے کا بھی ذکر نہیں کیا تھا۔ ان کے پاس کوئی ایسا کیس بھی نہیں تھا جس کے سلسلے میں اچانک رام گڑھ جانے کی ضرورت پیش آ سکتی۔ پھر یک بیک رام گڑھ کا سفر کیا معنی رکھتا تھا اور یہ حملہ ائیر پورٹ ہی پر ہوا تھا جب کہ وہ چھ بجے والی فلائٹ سے رام گڑھ جانے والے تھے۔

سارجنٹ شاہد ائیر پورٹ پر موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ ایمبولنس کار فریدی کو پولیس ہاسپٹل لے گئی ہے۔

''لیکن یہ ہوا کیسے...... بازو کی ہڈی تو متاثر نہیں ہوئی۔''

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ فائر سائیلنسر لگے ہوئے ریج پستول سے کیا گیا تھا۔''

''جس وقت گولی لگی...... وہ کہاں تھے؟''

''کسی کو فون کر کے ٹیلیفون بوتھ سے برآمد ہو رہے تھے۔''

''کون سا بوتھ ہے...... مجھے دکھاؤ۔''

''وہ بعد میں دیکھئے گا۔ کرنل صاحب نے کہا تھا کہ جیسے ہی آپ یہاں پہنچیں آپ کو پولیس ہاسپٹل بھیج دیا جائے۔'' شاہد نے کہا۔ یہ ابھی حال میں ہی فریدی کی ماتحتی میں آیا تھا۔ خوش شکل توانا اور جوان العمر تھا۔

''یہاں کون چھان بین کر رہا ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''ابھی تو کوئی بھی نہیں۔ صرف میں ہی ہوں۔ پہلے سے کرنل صاحب کے ساتھ تھا۔''

''ہوں..... اچھا تو تم یہیں ٹھہرو..... میں ابھی واپس آتا ہوں۔ اس بوتھ کے قریب کسی کو بھی نہ جانے دینا۔''

''پہلے ہی اس کا انتظام کر چکا ہوں۔ دو ڈیوٹی کانسٹیبل اس کے سامنے موجود ہیں اور اس جگہ سے بھی لوگ ہٹا دیئے گئے ہیں۔ جہاں سے فائر کیا جا سکتا ہے۔''

''کنڈیشن کیسی ہے؟''

''وہی جو کسی زخمی شیر کی ہو سکتی ہے۔'' شاہد طویل سانس لے کر بولا۔

اس کے بعد حمید ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ شاہد کے آخری جملے نے اسے بڑی ڈھارس بندھائی تھی کہ حالت بہتر ہی ہو گی۔ بیہوش ہو جانے والوں کو زخمی شیر نہیں کہا جا سکتا۔

ہاسپٹل پہنچتے ہی اپنے اندازے کی تصدیق بھی ہو گئی۔ اس نے فریدی کو آرام کرسی پر نیم دراز پایا۔ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

''کوئی خاص بات نہیں۔ ہڈی محفوظ ہے۔'' اس نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔'' حملہ آور نے شائد دل کا نشانہ لیا تھا۔ لیکن ٹریگر دباتے وقت ہاتھ بہک گیا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔

''کیا دل ہی دل میں مجھے برا بھلا کہہ رہے ہو۔'' فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں! سوچ رہا ہوں کہ مجھ سے راز داری برتنے کا انجام یہی ہونا چاہئے۔''

''کیسی راز داری؟''

''آخر اچانک رام گڑھ کا پروگرام کیسے بن گیا تھا۔''

''ایک بجے تک مجھے علم نہیں تھا کہ رام گڑھ جانا پڑے گا۔''

''بہرحال اس طرح آپ کو رام گڑھ جانے سے روک دیا گیا۔''

''ضروری نہیں ہے کہ یہی بات ہو۔ حملہ آور ہاتھ نہیں آ سکا۔ فائر بے آواز تھا اور مجھے یقین ہے کہ ٹیلیفون بوتھ کے سامنے والے ٹوائلٹ سے کیا گیا تھا، جس کا دروازہ کسٹم چیک پوسٹ کی طرف بھی کھلتا ہے۔''

''معاملے کی نوعیت کا علم ہوئے بغیر میں آپ سے متفق نہیں ہو سکتا۔''

''کیوں......؟''

''ضروری نہیں کہ آپ کا کوئی غیر متعلق دشمن آپ پر اسی دوران میں حملہ آور ہو جب آپ کسی فوری ضرورت کے تحت رام گڑھ جا رہے ہوں۔''

''کام فی الحال نجی ہی ہو سکتا ہے۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''میں کسی سرکاری کام سے رام گڑھ نہیں جا رہا تھا۔''

''بات کو طول دے کر آپ میری الجھنوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔''

''بیٹھ جاؤ!'' فریدی نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''آج ایک بجے خان دارا کا ایک خصوصی قاصد اس کا خط لایا تھا۔''

''خان دارا......!'' حمید چونک پڑا۔

ہاں...... یہ دیکھو!'' فریدی نے ایک لفافہ جیب سے نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

خان دارا نے لکھا تھا۔

کرنل فریدی!

میرے دادا اور تمہارے دادا ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ تمہارے باپ کا دل میرے باپ کی طرف سے صاف نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے کبھی اس دشمنی کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا۔ تم ان خاندانی رنجشوں کے قائل نہیں تھے۔ دادا کا انتقام پوتے سے لینے کو غیر انسانی فعل سمجھتے تھے۔ لیکن لارڈ زوین ڈیل والے کیس[1] میں تم نے مجھے بھی شامل کر لیا......زوین ڈیل نے عدالت میں سارا الزام اپنے سر لے لیا اور میں باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔ تم چاہتے تو مجھ پر دوسرے الزامات عائد کر کے میری گلو خلاصی کو ناممکن بھی بنا سکتے تھے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے تم سے شرمندگی تھی۔ اس لیے کبھی تمہارا سامنا نہیں کر سکا۔ ہو سکتا ہے تم

---

1. اس داستان کیلئے ''دھواں ہوئی دیوار'' جلد نمبر 35 ملاحظہ فرمائیے۔

نے اسے میری نسلی اکڑ پر محمول کیا ہو۔ بہرحال یہ بھی حقیقت ہے کہ میں اس کیس میں پوری طرح ملوث تھا لیکن تم نے عدالت کے فیصلے کو چیلنج نہیں کیا تھا۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے نا کہ تم ذاتی طور پر مجھ سے کوئی پرخاش نہیں رکھتے۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ تم میری موجودہ پریشانی رفع کرنے میں میری مدد کرو گے۔ مجھے یقین ہے اس پریشانی سے مجھے تمہارے علاوہ اور کوئی نجات نہیں دلا سکتا۔ میں خود آتا لیکن اس پریشانی کی بناء پر یہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔ کیا میں امید کروں کہ تم پچھلی ساری باتوں کو بھلا دو گے۔

''خان دارا''

حمید نے خط ختم کر کے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''اب تم اور شاہد رام گڑھ جاؤ گے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''اور مجھے خان دارا سے ملنا پڑے گا۔''

''اس کی تشفی کے لیے۔ اس سے کہہ دینا کہ میں کسی وقت بھی پہنچ سکتا ہوں۔ تم اسے بتا سکتے ہو کہ فی الحال میری بجائے تم کیوں پہنچے ہو۔ اگر وہ خود اپنی اس پریشانی کا ذکر کرے تو خیر۔ ورنہ کسی قسم کی پوچھ گچھ مت کرنا۔''

''لیکن یہ شاہد کیوں؟ اپنی سالیوں کے قصے سنا سنا کر مجھے زندہ درگور کر دے گا۔''

''وہ ساتھ جائے گا۔'' فریدی نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔

''جیسی آپ کی مرضی!''

''لیکن اب روانگی کی دوسری صورت ہو گی۔ عادل آباد تک کار سے سفر کرو گے اور وہاں ایئر پورٹ پر ایک آدمی تمہارا منتظر ہو گا، جو پہلی فلائٹ سے تمہیں رام گڑھ بھجوا دے گا۔ وہ خود ہی تمہیں پہچان کر مل بیٹھے گا۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں!''

اس سے رخصت ہو کر حمید نے گھر کی راہ لی۔ یہ حملہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ خان دارا کا خط اس سے زیادہ چونکا دینے والا تھا لیکن حملے میں خود اس کا ہاتھ نہیں ہوسکتا۔ وہ تو اس خط کے بغیر بھی حملہ کرا سکتا تھا۔ کسی کو شبہ بھی نہ ہو پاتا کہ حملہ خان دارا کی طرف سے ہوا ہو گا۔

گھر پر شاہد اس کا منتظر تھا۔ اس نے سب سے پہلے فریدی کی خیریت معلوم کی تھی۔ پھر بولا تھا۔ ''شائد معاملہ دبا دیا گیا ہے۔''

''کیسا معاملہ؟''

''ارے کرنل صاحب پر حملہ ہوا اور بات آئی گئی ہو گی۔ بھلا کیا بات ہوئی۔ میں نے سالی کو فون پر اطلاع دے دی تھی۔ سنتے ہی رو پڑی۔''

''اس کی اطلاع بھی دے دی سالی کو؟'' حمید نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''کک......کیوں......کیا غلطی کی!''

''باہر کے معاملات پر سالیوں سے گفتگو کرنے والے گدھے ہوتے ہیں۔''

''وہ تو کرنی ہی پڑتی ہے۔ شائد اسی لیے آپ نے بیوی نہیں پالی۔''

''فضول باتیں نہ کرو......کیا تم تیار ہو!''

''جی ہاں! روانگی کس وقت ہو گی۔ کرنل صاحب نے فون پر کہا تھا کہ عادل آباد تک سفر بائی روڈ ہو گا۔''

''ویسے یہ بتاؤ! رام گڑھ میں بھی تو تمہاری کوئی سالی نہیں رہتی۔''

''سالی کی نند رہتی ہیں۔'' شاہد خوش ہو کر بولا۔ ''کٹل بالا میں آپ کو ملواؤں گا ان سے......بہت خوش اخلاق ہیں!''

''کتنے بچے ہیں؟'' حمید نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''پانچ تو تین سال پہلے تھے......اب کی نہیں معلوم۔''

''آٹھ ہو چکے ہوں گے۔'''' اس حساب سے تو آٹھ ہی ہونے چاہئیں۔''

''کس حساب سے۔'' حمید پھر غرایا۔

''سالانہ ہائے ہائے کے حساب سے۔'' شاہد کہتے کہتے ہنس پڑا۔

''دانت بند کرو اور سامان گاڑی میں رکھواؤ......جس عورت کے آٹھ بچے ہوں وہ خوش اخلاق ہو ہی نہیں سکتی۔''

شاہد نے سامان گاڑی میں رکھوایا تھا اور وہ عادل آباد کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ حمید ڈرائیو کر رہا تھا اور شاہد اگلی سیٹ پر اس کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ حمید نے خاموشی ہی میں عافیت

سمجھی تھی ورنہ بات خواہ کہیں سے شروع ہوئی ہو اس کا اختتام شاہد کی سسرال ہی پر ہوتا۔ بکواس بھی بہت کرتا تھا۔ ہر وقت بولتے ہی رہنا چاہتا تھا۔ خاموشی کے عالم میں عجیب سا کرب اس کی آنکھوں سے جھانکنے لگتا تھا۔

اس وقت بھی یہی حالت تھی۔ کنکھیوں سے حمید کی طرف دیکھتا اور پہلو بدلنے لگتا۔ حمید اس کی اس کیفیت سے بے خبر نہیں تھا۔ دفعتاً شاہد بول ہی پڑا۔

''میرے سسر صاحب اس بڑھاپے میں بھی بڑی اچھی ''ڈرائیونگ کرتے ہیں۔''

''اے باپ دادا بھی ہیں تمہارے یا پیدائش بھی سسرال ہی میں ہوئی تھی؟''

''بہت اچھے ہیں کیپٹن!'' شاہد نے برا مانے بغیر کہا۔

''برا کون ہے اس دنیا میں......!''

''اچھا تو آپ اپنا ہی کوئی قصہ سنائیے۔ خاموشی سے میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔''

''میرا کوئی قصہ نہیں آج کل۔ لڑکیاں اتنی موڈرن ہوگئی ہیں کہ شلجم لگنے لگی ہیں۔''

''شلجم......؟ کیا بات ہوئی......میں نہیں سمجھا۔''

''میرے لیے قطعی سکس اپیل نہیں رکھتیں۔ عورت میں نسائیت نہ ہو تو اسے شلجم ہی تو کہیں گے۔''

''یہاں آپ میرے چچیا سسر سے بالکل متفق ہیں۔''

''یہ چچیا سسر کیا چیز ہے؟''

''سسر کے بھائی کو چچیا سسر کہتے ہیں......سسر کے سالے کو ممیا سسر کہتے ہیں۔ سسر کے......!''

''شٹ اپ!''

''اوہ......کھی کھی کھی کھی......'' وہ شرمندگی سے ہنسا۔

''ایک بات سمجھ میں نہیں آتی!'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''جی......کیا بات!''

''تم اپنی بیوی کا ذکر کبھی نہیں کرتے۔''

شاہد ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

''کیوں؟ کیا بات ہے؟'' حمید اسے کنکھیوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''بیوی؟ بیوی کا دو سال ہوئے انتقال ہو گیا۔''

''اوہ...... مجھے افسوس ہے۔'' حمید نے کہا لیکن سوچنے لگا کہ پھر آخر سسرال کیوں؟

''کیا بیماری تھی؟'' اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں...... اچھی بھلی تھی...... امرود کے درخت پر سے گر پڑی تھیں۔''

''امرود کے درخت پر سے......؟''

''جی ہاں...... شاخ ٹوٹ گئی تھی۔''

''درختوں پر چڑھنے کا شوق تھا؟''

''جی نہیں بچپن ہی سے عادت تھی۔ کسی بات پر غصہ آتا تو درخت پر چڑھ کر بیٹھ جاتی تھیں۔''

''میں ہوتا تو آس پاس کے سارے درخت کٹوا دیتا۔''

''درخت کٹوا دینے کی دھمکی پر بیہوشی کے دورے پڑنے لگتے تھے۔''

''کوئی نفسیاتی مرض تھا۔''

''میری ساس صاحبہ تو کہتی ہیں کہ آسیب تھا۔''

''تم پڑھے لکھے آدمی ہو کہ ایسی باتیں کرتے ہو۔''

''وائرس اور جراثیم بھی تو نہیں دکھائی دیتے، لیکن ان کا وجود ہے۔ اسی طرح آسیب بھی ہوتا ہوگا۔''

''منطق کو تو سسرالی نہ بناؤ۔''

وہ پھر غمزدہ سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

نو بجے رات کو وہ عادل آباد پہنچے اور حمید نے گاڑی ائر پورٹ پر روکی تھی۔

ایک ایسا شخص وہاں ان کا منتظر تھا جسے حمید نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن اس نے انہیں حیرت انگیز طور پر پہچانا تھا۔ گاڑی رکتے ہی تیر کی طرح ان کی طرف آیا تھا۔

انہوں نے رات کا کھانا بھی اسی کے ساتھ کھایا اور گیارہ بجے والی فلائٹ سے رام گڑھ کی طرف پرواز کر گئے۔

ڈیڑھ بجے رام گڑھ پہنچے۔ وہاں بھی ایک ایسا آدمی موجود تھا، جو انہیں شب بسری کی جگہ تک لے گیا۔ یہ بھی حمید کے لیے اجنبی ہی تھا۔

''شاہد صاحب یہیں مقیم رہیں گے اور آپ صبح کو وادی گلبار کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔

اجنبی نے حمید سے کہا۔

''لیکن مجھ سے یہ تو نہیں کہا گیا تھا۔''

''کرنل صاحب کی ہدایت کے مطابق عرض کر رہا ہوں۔'' اجنبی آہستہ سے بولا۔ پھر وہ انہیں اسی عمارت میں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔'' شاہد بولا۔

''مجھے تمہاری سسرال سے نجات ملی۔ خدا کا شکر ہے۔''

''شاہد کچھ نہ بولا۔ وہ کسی قدر مغموم نظر آنے لگا تھا۔ حمید نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔'' کوئی لڑکی نظر میں ہو تو بتاؤ پیغام بھجوا دیا جائے۔ دوسری سسرال بناؤ۔''

''معافی چاہتا ہوں۔ اب نہیں کروں گا......ان لوگوں کی باتیں۔'' شاہد نے دل برداشتگی کے ساتھ کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا جہاں اسے سونا تھا۔

حمید برا سا منہ بنائے ہوئے اپنے کمرے میں داخل ہوا اور مسہری کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کوئی لجلجی سی چیز چہرے سے ٹکرا کر پھٹ گئی۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا۔ لیکن پھر وہی ہوا...... پلپلے ٹماٹر تھے......جس سے اس کی مدارات ہو رہی تھی۔

سلاخوں دار کھڑکی کے قریب ایک خوبصورت ہاتھ تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔

''ٹھہر تو جانا......'' حمید دہاڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن برآمدے تک پہنچتے پہنچتے پوری عمارت دفعتاً تاریک ہو گئی۔

جھکی باپ

شائد مین سوئچ آف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حمید برآمدے تک پہنچ ہی گیا۔ تاروں کی چھاؤں میں ایک سایہ سا دوڑا جا رہا تھا۔ حمید نے برآمدے سے نیچے چھلانگ لگائی اور سائے کے پیچھے دوڑنے لگا۔ دفعتاً سایہ چیخنے لگا۔ ''ڈیڈی ڈیڈی! بھوت نہیں ہے......بھوت ہوتا تو غائب ہو جاتا......وہ تو میرے پیچھے دوڑا آ رہا تھا۔''

یہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔ حمید کی رفتار سست ہونے لگی۔

پھر دور سے کسی مرد کی آواز آئی۔ ''آنے دو...... سر پھاڑ دوں گا۔ میرے ہاتھ میں ڈنڈا ہے۔''

ادھر عقب سے شاہد پکار رہا تھا۔ ''کیپٹن...... کیپٹن...... آپ کہاں ہیں۔ کیا بات ہے؟''

''بھوتنی معلوم ہوتی ہے!'' حمید دہاڑا۔

''خبردار......!'' دور سے مردانہ آواز آتی۔ ''ٹھہر جاؤ...... ورنہ گولی مار دوں گا۔''

''ڈنڈے سے......؟'' حمید نے چیخ کر پوچھا۔

پھر اس نے سائے کو رکتے دیکھا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے قریب ایک اور سائے کا اضافہ ہو گیا۔

ادھر شاہد بھی حمید کے پاس آ پہنچا تھا۔ ان سے دونوں سایوں کا فاصلہ اتنا ہی تھا کہ وہ ان کی گفتگو صاف سن سکتے تھے۔

''آؤ...... آؤ...... رک کیوں گئے۔'' نسوانی آواز نے انہیں مخاطب کیا۔

''ڈنڈا ہے نا تمہارے ڈیڈی کے ہاتھ میں!'' حمید بولا۔

''تم کون ہو؟'' مردانہ آواز آئی۔

''تمہاری بیٹی مجھے اچھی طرح جانتی ہے۔ اسی سے پوچھو۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب بھی وہی بتائے گی۔''

''میں کیا جانوں۔'' لڑکی تنک کر بولی تھی۔

''اچھا...... اچھا...... ختم کرو......!'' مردانہ آواز آئی۔ ''ہم تمہیں بھوت سمجھے تھے۔ لیکن تم بھوت نہیں معلوم ہوتے۔''

''میں نے آج تک نہیں سنا کہ بھوتوں پر ٹماٹر پھینکے جاتے ہوں۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''تم کوئی بھی ہو ہمیں افسوس ہے۔'' مردانہ آواز آئی۔

''شکلیں دیکھے بغیر معاف نہیں کر سکتا۔''

''میں بھی تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں۔'' مردانہ آواز میں اس بار غضبناک تھی۔

''اچھی بات ہے...... تو چلو میرے ساتھ۔''

دونوں سائے ان کی طرف بڑھنے لگے اور حمید نے شاہد سے کہا۔ ''تم مین سوئچ آن کر دو۔''
وہ تیزی سے برآمدے کی طرف پلٹ گیا۔ مین سوئچ آن ہوتے ہی برآمدے کا بلب بھی روشن ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ برآمدے میں کھڑے ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔ لڑکی بیس اکیس سال کی رہی ہو گی۔ شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی۔ بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور آنکھیں خمار آلود تھیں۔ مجموعی طور پر خاصی دلکش تھی۔ مرد چالیس اور پچاس کے درمیان تھا۔ جسمانی ساخت کے لحاظ سے طاقتور اور توانا معلوم ہوتا تھا۔

''تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟'' اس نے حمید کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بھوت ہیں! مرگھٹ سے آئے ہیں!''

''آدمیت کے جامے میں رہ کر گفتگو کرو۔''

''آخر اس لڑکی نے مجھ پر پلپلے ٹماٹر کیوں پھینکے تھے۔ تم دیکھ رہے ہو میرا حلیہ!'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''یہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ تم بھوت نہیں ہو!''

''اور تم بھوت سمجھے تھے۔''

لڑکی کے باپ نے سر کی جنبش سے اقرار کیا۔

''کس بنا پر؟''

''یہ عمارت ہمیشہ بند رہتی ہے۔ کبھی کبھی رات کو اس کی کھڑکیاں روشن نظر آتی ہیں اور پھر وہی ویرانی ......اتفاق سے ایک روشن کھڑکی میں آج تم دکھائی دیئے۔ ہم سامنے والے بنگلے میں رہتے ہیں! نوشی کتنی بے خوف ہے تم نے دیکھ ہی لیا۔''

''نوشی کیا چیز ہے جناب؟'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ......یہ......اس کا نام نوشی ہے۔'' اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بڑی خوشی ہوئی۔'' حمید چہک کر بولا۔ ''میرا نام خوردنی ہے اور یہ میرا ساتھی کشیدنی ہے۔'' اس نے شاہد کی طرف ہاتھ اٹھایا تھا۔

''کیا تم میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو۔ میں خانزادہ اشرف ہوں۔''

''اندر تشریف لے چلئے خانزادہ صاحب، آپ کی صاحبزادی نے مجھے تباہ کر دیا اور آپ الٹا مجھے الزام دے رہے ہیں۔''

''چلو......چلو......اس حماقت کی تلافی کردی جائے۔'' خانزادہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔ حمید انہیں اپنے بڈ روم تک لیتا چلا آیا تھا۔

''یہ دیکھئے! بستر بھی تباہ ہو گیا ہے۔''

''مجھے افسوس ہے۔'' خانزادہ بولا۔ لیکن لڑکی کی آنکھوں میں شوخ سی چمک تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اپنے کارنامے پر بیحد مسرور ہو۔

''آج تک یہی نہیں معلوم ہو سکا کہ اس بنگلے کا مالک کون ہے۔'' خانزادہ نے حمید کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''صاحب کوئی بھی مالک ہو۔ آخر آپ کی صاحبزادی کو ٹماٹر بازی کا حق کس نے دیا ہے۔''

''دیکھو برخوردار! مجھے بار بار شرمندہ نہ کرو۔''

''آپ اپنی صاحبزادی کو کچھ نہ کہیں گے۔''

''قطعی نہیں! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جب کہ اسے میری تائید حاصل تھی۔''

''تب تو آپ سے مل کر بیحد خوشی ہوئی۔'' حمید نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''دونوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ شاہد انہیں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا۔

''کہاں سے آئے ہو؟'' خانزادہ نے حمید سے پوچھا۔

''مریخ سے......ہمارا خلائی جہاز لیکم جھیل کی سطح پر موجود ہے۔''

''جہنم میں جاؤ!'' اس نے غصیلے لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

لڑکی دروازے کے قریب پہنچ کر مڑی تھی اور حمید کو زبان دکھا کر تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

''جاؤ صدر دروازہ بند کر آؤ۔'' حمید نے طویل سانس لے کر شاہد سے کہا۔

وہ چلا گیا تھا اور حمید بستر صاف کرنے لگا تھا......شاہد نے واپسی میں دیر نہ لگائی تھی۔ بے سرو پا واقعے سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے بُری طرح بے چین تھا۔

''کیا قصہ تھا کیپٹن؟''

''کاش مجھے معلوم ہوتا۔'' حمید نے کہا اور جو کچھ گزری تھی کہہ سنائی۔

''کیا وہ دونوں پاگل تھے۔'' شاہد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر ہنس پڑا۔

''اب شاید تم پاگل ہونے والے ہو۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''آپ بہت خوش قسمت ہیں جہاں بھی جاتے ہیں کوئی لڑکی پہلے ہی سے منتظر ہوتی ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ کچھ دنوں کے بعد مجھے پتھر ماریں گی...... ذرا اس نامعقول کھڑکی کو بھی بند کر دینا۔''

''شاہد نے کھڑکی بند کر دی اور احمقانہ انداز میں حمید کی شکل دیکھتا رہا۔

''سنو......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''یہ چھیڑ چھاڑ محض اتفاقیہ نہیں ہو سکتی۔ کرنل صاحب رام گڑھ آ رہے تھے اور ان پر فائر ہوا تھا۔''

''ٹماٹر اور ریوالور کی گولی میں فرق ہوتا ہے کیپٹن......!''

''تم محتاط رہنا...... میں تو صبح وادی گلبار چلا جاؤں گا۔ کیوں نہ ایک گھنٹے کی نیند لے لیں۔''

''جیسی آپ کی مرضی! ویسے میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔''

''وہ کیوں جناب؟''

''نہ مجھ پر فائر ہوا تھا اور نہ ٹماٹر پھینکے گئے تھے۔''

''جاؤ!'' حمید دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا اور شاہد چپ چاپ چلا گیا۔

حمید بُری طرح تھک گیا تھا۔ لیکن روشنی بند کر کے لیٹا تو نیند کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ ذہن پر عجیب سی الجھن مسلط تھی۔ آخر خان دارا جیسا آدمی کن پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا ہے جن کا حل فریدی کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں...... فائر...... ٹماٹر...... پھر وہ لڑکی......!''

پھر کچھ دیر بعد اس پر غشی کی طرح نیند طاری ہوئی تھی۔ پتہ نہیں کب تک سوتا رہا۔ گھنٹی کی تیز آواز نے اسے بیدار کیا تھا بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ سرہانے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ بائیں ہاتھ سے آنکھیں ملتے ہوئے اس نے ریسیور اٹھایا...... ''ہیلو......!''

''کیپٹن پلیز......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میں ہی بول رہا ہوں۔''

''رات والے واقعے کے بعد مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ میں آپ سے ملوں۔''

''اوہو...... تو آپ ہیں...... وہ جو مجھے اس عمارت تک پہنچا گئے تھے۔''

''جی ہاں......!''

''اور ہم پر جو کچھ گزری تھی اس سے باخبر بھی ہیں!''

''جی ہاں!''

''معاملہ میری سمجھ میں نہیں آسکا۔''

''آپ فکر نہ کیجئے۔ ہم دیکھ لیں گے......ناشتے کے لیے کچن میں سب کچھ موجود ہے۔ بس آپ کو تھوڑی سی تکلیف کرنی پڑے گی۔ گیراج میں جیپ موجود ہے۔ ناشتے کے بعد روانہ ہو جائیے۔ شاہد صاحب یہیں رہیں گے۔''

''خانزادہ اشرف کے بارے میں بھی کچھ بتاؤ۔''

''فی الحال اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ وہ سامنے والے بنگلے میں رہتا ہے۔''

''ایک لڑکی بھی ہے۔''

''جی ہاں......اچھا خدا حافظ۔''

سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر حمید نے ریسیور رکھ دیا۔

''خدا ہی حافظ ہے۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔

شاہد کو جگانا پڑا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر حمید نے گیراج سے جیپ نکالی۔ فیول چیک کیا۔ ٹینکی لبریز تھی۔ تین گیلن پٹرول ڈبوں میں بھی ملا۔

''اچھا......تو بس اب میں چلا۔'' حمید نے شاہد سے کہا۔

''واپسی کب تک ہوگی؟''

''حالات پر منحصر ہے۔''

''کیا مجھے اسی عمارت تک محدود رہنا ہوگا۔''

''نہیں! ایک آدھ بار سالی کی نند کے گھر تک بھی ہو آنا۔''

''دد......دیکھئے......اب آپ ہی نے شروع کیا ہے۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عقب سے آواز آئی ''اخاہ......تو روانگی ہو رہی ہے۔''

''وہ دونوں مڑے۔ سامنے خانزادہ اشرف کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''آپ کو اعتراض ہے کوئی؟'' حمید جھلا کر بولا۔

''سنو مسٹر!'' دفعتاً خانزادہ چیخ کر بولا۔''میرے پڑوس کی کوئی عمارت سمگلنگ کا اڈا نہیں بن سکتی۔''

''آپ ہوش میں ہیں یا نہیں!''

''یہ تو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میں ہوش میں ہوں یا نہیں۔''

''بھلا کس طرح معلوم ہو جائے گا؟''

''جب کسٹم والوں کا چھاپہ پڑے گا۔''

''کیا آپ نے انہیں مطلع کر دیا ہے؟''

''کیوں نہ کر دیتا...... میں ایک ذمہ دار شہری ہوں۔''

اتنے میں اس کی لڑکی نوشی بھی آتی دکھائی دی۔

''لو کسٹم بھی چلی آ رہی ہیں چھاپہ مارنے۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''یہ کیا بکواس ہے۔'' خانزادہ غرایا۔

''ڈیڑھ پونڈ چرس لے کر پیچھا چھوڑ دیجئے۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔''

''کیا بات ہے ڈیڈی؟'' لڑکی قریب پہنچ کر بولی۔

''داغ ٹماٹر لئے جا رہا ہوں۔ حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''ارے تو کیا جا رہے ہو...... دو چار دن تو اور رہتے۔''

''تمہارے ڈیڈی ہمیں اسمگلر سمجھتے ہیں۔ کسٹم والوں کو ہمارے خلاف اطلاع دے چکے ہیں اس لیے اب تو بھاگنا ہی پڑے گا۔''

''یہ کیا کیا ڈیڈی؟'' وہ خانزادہ کی طرف مڑی۔

''پھر کیا کرتا؟''

''کیا ثبوت ہے آپ کے پاس کہ یہ لوگ اسمگلر ہیں۔''

''تم مجھ سے کس لہجے میں گفتگو کر رہی ہو۔'' خانزادہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

''ہاں! یہ بُری بات ہے...... باپ ہیں۔'' حمید نے فہمائشی انداز میں کہا۔

''میں تنگ آ گئی ہوں۔ یہ اسی طرح دوسروں کے بارے میں بیباکی سے اظہار کر دیتے ہیں۔''

''تم مجھ سے تنگ آ گئی ہو!''

''میں غلط نہیں کہہ رہی۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' خانزادہ نے کہا اور تیزی سے پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

حمید کبھی لڑکی کی طرف دیکھتا کبھی باپ کی طرف، جو اسے وہاں چھوڑ کر چلا جا رہا تھا۔

لڑکی نے اپنی داہنی کنپٹی کے قریب انگلی نچائی۔

''کیا......؟'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں......خاندان والے انہیں جھکی اور سنکی سمجھتے ہیں۔ پچھلی رات انہوں نے ہی مجھے ٹماٹر پھینکنے کی ترغیب دی تھی۔

''کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟''

''جی ہاں! کہنے لگے ٹماٹر مارو......بھوت ہوگا تو فوراً غائب ہو جائے گا۔''

''بھلا ٹماٹر اور بھوت......!''

''میں بتاتی ہوں۔'' وہ حمید کی بات کاٹ کر بولی۔'' بہت دن گزرے ڈیڈی کے والد یعنی میرے دادا کو ٹماٹر کے کھیت میں بھوت دکھائی دیا تھا۔ انہوں نے اضطراری طور پر ایک ٹماٹر توڑا تھا اور بھوت پر کھینچ مارا تھا۔ بس بھوت غائب!''

''سوال یہ کہ جب تم انہیں سنکی سمجھتی ہو تو ان کے مشورے پر عمل کیوں کر بیٹھی تھیں۔''

''ادھر چلو......تو بتاؤں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''تم اندر جاؤ......!'' حمید نے شاہد سے کہا اور لڑکی سے بولا۔''اب یہیں بتا دو۔''

شاہد چلا گیا تھا۔ لڑکی شرمیلی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔''تم مجھے اچھے لگے تھے۔ میں نے کہا اسی طرح جان پہچان پیدا کی جائے۔ یقین کرو۔ تم بالکل میری والدہ مرحومہ کی طرح مسکراتے ہو اور غصے میں بھی بالکل ویسے ہی لگتے ہو۔''

حمید کچھ کہنے والا تھا کہ برآمدے سے شاہد کی آواز آئی۔'' آپ کی فون کال ہے۔''

حمید لڑکی کو چھوڑ کر بیڈ روم میں آیا۔ فون پر دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا۔'' خان زادہ اشرف وادیٔ گلبار کے خان دارا کا بہنوئی ہے۔ کسی زمانے میں ملک کا مانا ہوا بیکٹیریالوجسٹ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پھر ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ بہت دنوں مینٹل ہاسپٹل میں رہا۔ اب ٹھیک ہے۔ لیکن کبھی

کبھی ذہنی رو بہک جاتی ہے......وٹس آل......!''

حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور اپنی ناک پکڑ کر ہلانے لگا۔

جیلی کا ڈھیر

''مجھے بیحد افسوس ہے کیپٹن......تم نے بہت بُری خبر سنائی!'' خان دارا نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

''آپ فکر نہ کریں گے......وہ جلد ہی پہنچیں گے۔'' حمید بولا۔

''مجھے یقین ہے کہ فریدی پر اسی لیے حملہ ہوا ہے کہ وہ یہاں آ رہے تھے۔''

''مجھے آپ کے یقین پر حیرت ہے۔'' حمید اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کیوں......؟''

''اگر آپ کو یقین ہے تو پھر آپ حملہ آور سے بھی واقف ہوں گے۔''

''صرف اسی حد تک کہ وہ کوئی میرا دشمن ہے اور میری بے بسی سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ میرے معاملات سے اس حد تک باخبر ہے کہ کرنل فریدی بھی محفوظ نہ رہ سکا۔''

حمید خاموشی سے سنتا رہا وہ سوچ رہا تھا کہ خان دارا خود ہی اصل معاملے کی طرف آ رہا ہے۔ لہٰذا براہ راست قسم کے سوالات سے اجتناب کرنا چاہئے۔ لیکن خان دارا نے بات آگے نہ بڑھنے دی۔

پھر حمید کو مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسی بوریت کا سامنا ہوگا۔ رام گڑھ کے اس بنگلے ہی میں بھلے تھے۔ جہاں خان دارا کے رشتے داروں سے چھیڑ ہوئی تھی اور فون پر خانزادہ اشرف کے بارے میں انکشاف سن کر باہر آیا تھا تو لڑکی جا چکی تھی اور اسے رام گڑھ کے لیے روانہ ہونا پڑا تھا۔

رات کے کھانے پر خان دارا سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ وہ پہلے ہی کی طرح دکھائی

دے رہا تھا۔ حمید نے سوچا چلو خانزادہ اشرف اور اسکی نوشی ہی سے متعلق کچھ گفتگو ہو جائے۔

''پچھلی رات رام گڑھ میں بڑی پریشانی اٹھانی پڑی تھی۔'' اس نے خان دارا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ''ایک صاحب ہیں خانزادہ اشرف اور انکی بیٹی...دونوں نے زندگی تلخ کر دی۔''

''کیا مطلب!'' خان دارا کھانا چھوڑ کر حمید کی طرف متوجہ ہو گیا اور حمید نے پوری کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ ''پتہ نہیں وہ لوگ کیا چاہتے تھے۔ اگر یہاں نہ آنا ہوتا تو دیکھتا۔''

دفعتاً خان دارا ہنسنے لگا۔ ''تو......وہ تم تھے......لاحول ولاقوۃ......!''

''میں نہیں سمجھا خان......'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''اس کے بعد ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا اور وہ یہاں چلی آئی تھی۔'' خان دارا نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

''یہاں......کون......؟ وہ نوشی!''

''ہاں......ہاں......وہ میری بھانجی ہے۔''

''خدا کی پناہ......تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اشرف صاحب آپ کے بہنوئی ہیں۔''

''ہاں بھئی......تم نہیں جانتے ورنہ تمہیں اشرف پر غصہ نہ آتا۔ پندرہ سال پہلے کی بات ہے کہ وہ یہاں کا معزز ترین آدمی تھا۔ ملک کے گنے چنے بیکٹر یالوجسٹ میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اچانک دماغ الٹ گیا۔ علاج ہوا۔ کئی سال بعد کسی قدر ہوشمندی کی باتیں کرنے لگا۔ لیکن پوری طرح صحت آج تک نصیب نہیں ہوئی۔ تم اپنے ہی معاملے کو دیکھ لو۔ پچھلی رات اس نے نوشابہ کو سوتے سے جگا کر تمہیں پریشان کرنے پر مجبور کیا تھا۔''

''تب تو مجھے افسوس ہے۔''

''ٹھہرو......! میں نوشابہ کو بلواتا ہوں۔'' خان دارا ہنس کر بولا۔ ''وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر متحیر رہ جائے گی۔''

حمید نے طویل سانس لے کر سر کو جنبش دی۔

خان دارا نے ملازم کو طلب کر کے اس سے کچھ کہا اور وہ چلا گیا۔

''کیا خیال ہے؟ اس کی حیرت کا عالم دیکھنے کے قابل ہو گا۔''

''یقیناً......!'' حمید زبردستی ہنس پڑا۔

کچھ دیر بعد نوشی آئی تھی اور دروازے ہی میں ٹھٹھک کر رہ گئی تھی۔

''آؤ.....آؤ.....!'' خان دارا نے کہا۔

حمید نے مسکرا کر نوشی کی طرف دیکھا تھا۔

''یہی.....یہی.....تو تھے.....!'' وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

''کیا بک رہی ہو۔''

''بھوت.....ٹماٹر والا.....!''

''یہ یعنی.....کیپٹن حمید.....!''

''جج.....جی.....ہاں۔''

''لاحول ولاقوۃ.....تو تم لوگوں نے میرے مہمان کو پریشان کیا تھا۔''

''مم.....میں.....کیا کرتی.....!''

''اوہ.....آپ پریشان نہ ہوں۔'' حمید جلدی سے بولا۔'' مجھے آپ کے ڈیڈی کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔''

''آؤ بیٹھو.....!'' خان دارا نے کہا۔

''معافی چاہتی ہوں۔ اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''اچھا.....اچھا.....جاؤ۔''

نوشی سر جھکائے ہوئے چلی گئی۔

''دس سال کی تھی تب ہی ماں مرگئی۔ باپ ذہنی طور پر غیر متوازن ہے۔'' خان دارا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''تو اب اشرف صاحب کیا کرتے ہیں۔''

''کچھ بھی نہیں.....جائیداد پر گزارا ہے۔''

''بعض لوگ ساری زندگی دکھوں میں گزار دیتے ہیں۔''

''میں نے چاہا تھا کہ نوشی ہمارے ہی ساتھ رہے لیکن وہ خود اس پر رضامند نہیں ہوئی۔ جب باپ سے جھگڑا ہوتا ہے تو کچھ دنوں کے لیے یہاں چلی آتی ہے پھر یہ سوچ کر واپس جاتی ہے کہ اشرف کو اس کی ضرورت ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ پھر بوریت۔ وہ تو سمجھا تھا شاید اس لڑکی کی موجودگی اس بوریت کو رفع کر دے گی۔لیکن یہاں تو داستان غم چھڑ گئی۔

کھانے کے بعد کچھ دیر خان دارا کا ساتھ رہا۔ پھر وہ مہمان خانے کی طرف واپس آ گیا تھا۔ یہاں وہ بالکل تنہا تھا اسے فریدی پر تاؤ آنے لگا۔ آخر کو رام گڑھ ہی میں کیوں روکا گیا تھا۔ اسے یہاں کب تک جھک مارنی پڑے گی۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ تھکن اور پچھلی رات کم سونے کی وجہ سے جلد ہی نیند آ گئی۔ ورنہ تنہائی اسے مزید جھنجھلاہٹوں میں مبتلا کر دیتی۔

دوسری صبح خود ہی بیدار ہوا تھا۔ کسی کو جگانے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔

ٹوائیلٹ سے نکل کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ ہی رہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ پھر دروازہ کھلتے ہی ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا۔فریدی سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''آپ......؟''

''نہیں......بھوت......!''

''کب آئے......؟'' حمید پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔'' پچھلی رات......گیارہ بجے......تم بہت جلد سو گئے تھے۔''

''اچھا ہی ہوا تھا۔ ورنہ اس تنہائی میں پاگل ہو جاتا۔آپ کے زخم کا کیا حال ہے۔''

''ٹھیک ہے......کوئی خاص بات نہیں......کام کے قابل ہوں......!''

''بھوت کے حوالے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ خان دارا سے گفتگو کر چکے ہیں۔''

فریدی بستر کے قریب والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔''ہاں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔''

''اس کی پریشانی بھی......!''

''وہ بھی......لیکن میں فی الحال اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''کیا مطلب؟''

''ضروری نہیں کہ وہ پریشانی ہی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خان دارا مجھے اس معاملے میں الجھانا چاہتا ہو۔''

''کیا آپ مجھے نہیں بتائیں گے کہ پریشانی کیا ہے۔''

''ضرور بتاؤں گا......کیا ابھی سننا چاہتے ہو۔''

''کیا حرج ہے......ابھی تو ناشتے میں دیر ہوگی۔''

فریدی نے خان دارا کے بھتیجے چنگیزی کی کہانی شروع کر دی۔ دیو کے ذکر پر حمید چونکا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ خاموشی سے پوری داستان سن کر بولا۔''تو آپ نے وہ لاش دیکھی، جو پتھر ہوگئی ہے۔''

''خان دارا مجھے وہ لاش دکھانے کے لیے لے گیا تھا لیکن لاش کی بجائے اسی جگہ جیلی کا بہت بڑا ڈھیر ملا۔''

''جیلی کا ڈھیر......؟''

''ہاں......!''

''کیا اس نے وہ لاش پولیس کے حوالے نہیں کی تھی۔''

''نہیں......! کیونکہ اس کا بھتیجا بھی ملوث تھا اس لیے اس نے وہ لاش اپنے ہی پاس روکے رکھی اور چنگیزی کے ساتھیوں کو ہدایات کردی ہے کہ وہ فی الحال اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کریں۔''

''بہرحال وہ آپ سے مشورہ کئے بغیر اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔'' حمید بولا۔

''یہی کہہ رہا تھا۔ لیکن لاش کو اتنے دنوں تک اپنے پاس روکے رکھنا قانوناً درست نہیں ہے۔ فوری طور پر اس کی اطلاع مقامی حکام کو کر دینی چاہئے تھی۔''

''لیکن یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ جیلی کا وہ ڈھیر کبھی لاش رہا ہوگا۔''

''کوئی وجہ نہیں یقین کر لینے کی۔''

''پھر دوسری بات یہ کہ کیا وہ لڑکی دنیا میں تنہا تھی جس کے غائب ہو جانے پر کسی کو بھی تشویش نہیں ہوئی۔''

''یہ نکتہ بھی قابل غور ہے۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔''میں نے اسی لیے کہا تھا کہ اس کہانی کو فی الحال محض کہانی ہی سمجھو۔ پہلے مرحلے پر چنگیزی اور اس کے دوستوں سے گفتگو ہوگی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ دیو کے تذکرے پر تم چونکے تھے۔''

''کہیں بھی دیو کا نام سنتا ہوں تو قاسم کا ڈیل ڈول آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔''

''اس کا قصہ بھی سن چکا ہوں۔ تمہارے جانے کے بعد انور ہاسپٹل پہنچا تھا۔ تم سے

شائد اس نے اکڑ کر گفتگو کی تھی۔''

''واپسی پر اسے بھی دیکھ لوں گا۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔ اس نے اعتراف کرلیا ہے۔''

''کس بات کا اعتراف کرلیا۔''

''اسی نے قاسم کو ''راز دار'' کے قیام کی ترغیب دی تھی۔ مقصد یہی تھا کہ پرائیویٹ کیس لیے جائیں اور آمدنی میں اضافہ ہو اور انور کو بھی کسی اور نے خیال دلایا تھا۔''

''کس نے؟''

''ڈاکٹر فوزیہ نے..... انور کو بہت دنوں سے جانتی ہے اور اس کی صلاحیتوں سے بھی واقف ہے۔ سرمایہ قاسم کا تھا۔ اس کے لیے تو بس اتنا ہی کافی تھا کہ وہ خود کو اس ادارے کا سربراہ سمجھتا تھا۔''

''انور نے آخر آپ کے سامنے خود بخود اعتراف کیوں کرلیا۔''

''قاسم اسے بتائے بغیر غائب رہنے لگا تھا۔ انور جب بھی معلوم کرنے کی کوشش کرتا وہ اپنے باس ہونے کا حوالہ دے کر اسے خاموش کر دیتا۔''

''تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔''

''انور کا خیال ہے کہ وہ شاید کسی غیر قانونی حرکت میں کسی کا آلہ کار بن رہا ہے اور اسے ''ٹاپ سیکرٹ'' کہتا ہے۔ تین تین دنوں کیلئے غائب ہو جاتا ہے۔ شہر ہی میں نہیں ہوتا۔''

''بہرحال قاسم کے لیے تو ڈاکٹر فوزیہ ہی کافی ہوتی۔ انور کو اس نے خواہ مخواہ گھسیٹا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

اتنے میں ایک ملازم نے آ کر ناشتے کی میز لگ جانے کی اطلاع دی۔

حمید کا ذہن الجھ گیا تھا۔ ناشتے کی میز پر خان دارا بھی موجود تھا۔ فریدی اور اس کے درمیان گفتگو ہوتی رہی تھی۔ حمید کچھ نہیں بولا تھا۔

خان دارا کہہ رہا تھا۔ ''میں نے چنگیزی کے ان دوستوں کو بلایا تھا جو وہاں موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد پہنچ جائیں گے۔ چنگیزی خود انہیں لینے گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی نے کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''وہ لڑکی سائرہ اب

تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ کسی نے اس کی گمشدگی کی بھی پرواہ نہ کی......!''

''مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے لیکن میں نے چنگیزی سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔''

''کوئی خاص وجہ؟'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''آپ ہی اس سے پوچھ گچھ کریں تو بہتر ہے۔ ان حالات سے دوچار ہونے کے بعد آپ ہی کا خیال ذہن میں آیا تھا اور میں سب کچھ آپ پر چھوڑتا ہوں۔''

''خیر......خیر......میں دیکھوں گا۔''

دس کے قریب چنگیزی کے دوستوں کا قافلہ مہمان خانے میں داخل ہوا تھا۔ چنگیزی سمیت چھ لڑکے اور تین لڑکیاں۔

خان دارا انہیں دیکھ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ فریدی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چنگیزی نے فریدی سے اپنے ساتھیوں کا تعارف کرایا۔ وہ سبھی خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے کمھلائے ہوئے تھے۔

''سب سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی مدد کرنے آیا ہوں اس لیے مجھ سے کوئی بات چھپائی نہ جائے۔'' فریدی نے انہیں مخاطب کیا۔

وہ کچھ نہ بولے لیکن ان کی آنکھیں کہہ رہی تھیں۔ ''ایسا ہی ہوگا۔''

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر چنگیزی نے اسپاٹ پر جانے کی سختی سے مخالفت کی تھی۔''

''جی ہاں۔'' ایک لڑکا بولا۔ پھر سب نے اس کی تائید کی۔

''لیکن اس کے باوجود بھی۔'' فریدی ایک ایک کا چہرہ دیکھتا ہوا بولا۔ ''آپ سب وہیں جا پہنچے۔ کیا آپ بتا سکیں گے۔ اس تجویز کی ابتدا کس کی طرف سے ہوئی تھی۔''

''غالباً فلورا نے سب سے پہلے کہا تھا۔''

فریدی نے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کی رنگت کچھ اور زرد نظر آنے لگی تھی۔

وہ تھوک نگل کر بدقت بولی۔ ''حقیقتاً تجویز خود سائرہ ہی کی تھی۔''

''وہ کس طرح؟''

''پکنک کا پروگرام دو دن پہلے بنا تھا اور وہ مجھے اس اسپاٹ کے بارے میں بتاتی رہی تھی۔ کہتی رہی تھی کہ وہیں چلنا چاہئے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب دوسروں کے سامنے

یہ مسئلہ پیش ہوا تھا تو خود قطعاً نہیں بولی تھی اور یہ لوگ سمجھے کہ تجویز میری اپنی ہے۔ بہر حال چنگیزی کے علاوہ اور سب نے میری تجویز سے اتفاق کیا تھا۔''

''اسے تم کب سے جانتی ہو؟''

''دو ماہ سے۔ میرے ہی توسط سے وہ بقیہ دوستوں سے متعارف ہوئی تھی۔''

''کہاں رہتی تھی۔ اس کے متعلقین کون لوگ ہیں۔''

''میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ قالین بافی کے ایک کارخانے میں سپر وائزر تھی۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتی۔ کبھی اس کے گھر بھی نہیں گئی۔ ہم سب ایک کیفے میں اکٹھے ہوا کرتے تھے۔''

''پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی؟''

''قالین بافی کے کارخانے ہی میں۔ مجھے ایک قالین کی ضرورت تھی۔ اس نے مجھے بہتر مشورے دیئے تھے اور پھر ہم دوست بن گئے تھے۔''

پھر فریدی نے قالین بافی کے کارخانے کا نام اور پتہ نوٹ کیا تھا۔

''کیا آپ لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتی تھی۔'' فریدی نے کچھ دیر بعد ان سبھوں سے سوال کیا۔

اس کا جواب نفی ہی میں ملا۔

''آپ میں سے کسی کے اس سے خصوصی تعلقات بھی تھے؟'' فریدی نے اس بار صرف لڑکوں کو مخاطب کیا۔

اس کا اعتراف بھی کسی نے نہیں کیا تھا۔

دفعتاً ایک زور دار دھما کا سنائی دیا۔ دیواریں جھنجھنا اٹھیں۔ کھڑکیاں لرز گئیں اور زمین ہلنے لگی۔ وہ سب اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹے۔ کھلے میں نکل آئے۔ محل کے گوشے سے غلیظ دھواں اٹھ کر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

''شاید جیلی کا ڈھیر بھی ضائع کر دیا گیا۔'' فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

گھوڑے بھڑکے

لوگوں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ محل کا ایک حصہ تباہ ہو گیا تھا۔ چنگیزی اور اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے تھے۔ فریدی اور حمید تنہا رہ گئے۔

آگ محل کے دوسرے حصوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''یہ وہی حصہ ہے جہاں ایک کمرے میں جیلی کا ڈھیر دیکھا تھا۔'' فریدی حمید کا بازو دبا کر بولا۔

''سوال تو یہ ہے کہ وہ ڈھیر ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی کیوں نہیں ضائع کر دیا گیا تھا؟'' حمید نے کہا۔

''سوا لاکھ روپے کا سوال ہے۔''

حمید کچھ اور کہنے والا تھا کہ خان دارا دکھائی دیا۔ بدحواسی میں ادھر ادھر دوڑتا پھر رہا تھا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اسے روکا۔ ''کوئی تھا تو نہیں ادھر؟''

''خدا جانے...... خدا جانے...... میں کچھ نہیں جانتا..... پہلے آپ پر فائر ہوا۔ پھر یہ...... پتا نہیں کون کیا چاہتا ہے۔'' خان دارا مضطربانہ انداز میں بولا۔

پھر فریدی اس حصے کی طرف بڑھ گیا تھا جہاں سے شعلے اٹھ رہے تھے۔

حمید کو وہیں رکنے کا اشارہ کرتا گیا تھا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔'' خان ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

حمید نے کچھ عجیب سی بات محسوس کی تھی۔ اس کے رویئے میں...... خان دارا جیسے لوگ ہر حال میں خودسری کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن یہ تو اس وقت بالکل کیچوا لگ رہا تھا۔ اسے وہ موقع بھی یاد آیا جب اس کا ٹکراؤ فریدی سے ہوا تھا۔ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا لیکن اس کی اکڑ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

''آپ فکر نہ کیجئے! سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' حمید بالآخر بولا۔

''کیا ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی تو یہی نہیں معلوم کہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے۔''

''ہم یہی تو دیکھیں گے۔''

''اوہ......خدایا......میں یہاں کھڑا کیا کر رہا ہوں۔'' خان دارا نے کہا اور دوڑتا ہوا عمارت کی طرف چلا گیا۔

حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ ویسے اس نے خان دارا کو کینہ توز نظروں سے دیکھا تھا۔ ''میں اچھی طرح سمجھتا ہوں بیٹے۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''خود تمہی نے کوئی چکر چلایا ہے۔''

پھر اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئی تھی۔ اتنے میں فریدی بھی پلٹ آیا۔

''سب محفوظ ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''جب دھماکہ ہوا تھا تو آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔

''اب کیا خیال ہے آپ کا۔''

''یہی کہ جیلی کا ڈھیر اس لیے ضائع کر دیا گیا کہ کہیں میں تجزیہ نہ کر بیٹھوں۔''

''سامنے کی بات ہے۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا اور فریدی اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

''کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''آپ کے پہنچنے سے قبل وہ پتھر کی تھی۔ آپ پہنچے تو جیلی کے ڈھیر میں تبدیلی ہو چکی تھی اور اب اس لیے بالکل ہی فنا ہو گئی کہ کہیں آپ پس ماندہ کا تجزیہ نہ کر بیٹھیں۔''

''ہوں......تو پھر......!''

''خان دارا اپنے کسی دشمن کو غارت کرنا چاہتا ہے۔''

''غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خان دارا نے مجھے کچھ باور کرانے کیلئے یہ کھیل خود کھیلا ہے۔''

''ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔''

''نتائج اخذ کرنے میں جلدی نہ کرو۔''

''مجھے تو آپ کی زندگی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔ ذرا محتاط رہیے گا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اس نے آپ کو چیلنج کیا تھا۔ کچھ لوگ حقیقتاً بیحد لومڑی ہوتے ہیں جبکہ شیروں کی طرح دہاڑتے بھی رہتے ہیں۔''

''خیر......خیر......دیکھیں گے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا قالین بافی کے اس کارخانے کو بھی

دیکھ آؤں۔ ساتھ ہی مجھے مقامی حکام کو اس سائرہ والے واقعے کی اطلاع بھی دینی ہے۔"

"فوری طور پر خان دارا کی گردن پھنس جائے گی۔"

"میں کوشش کروں گا کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس واقعے کی پبلسٹی ہو جائے گی جو کم از کم میرے مفاد میں نہ ہو گی۔"

"جایئے......! خدا کو سونپا۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر آگ پر قابو پالیا گیا تھا۔

حمید نے ایک بار پھر چنگیزی اور اس کے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور انہیں تاکید کر دی کہ وہ اس سلسلے میں اپنی زبانیں قطعی طور پر بند رکھیں۔ پبلسٹی تفتیش کیلئے مضر ثابت ہو گی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس سے انحراف نہیں کریں گے۔

ان کے چلے جانے کے بعد صرف چنگیزی وہاں رہ گیا۔

"اب آپ فرمایئے۔" حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

"پوچھیئے......جو کچھ پوچھنا ہو۔"

"آج تک کسی سے محبت بھی ہوئی یا محض پکنک پر گزارا ہے۔"

"معاف کیجئے گا میں نہیں سمجھا۔"

"ان لڑکیوں میں سے کس پر نظر ہے۔"

"اوہ......آپ غلط سمجھے......ہم صرف دوست ہیں۔"

"دشمن کو کون گلے لگاتا ہے صاحبزادے۔"

"آخر آپ مجھ سے اس قسم کی گفتگو کیوں کر رہے ہیں۔"

"اس لیے کہ دنیا میں اس سے زیادہ دلچسپ موضوع اور کوئی نہیں ہے۔"

"کیا آپ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں۔"

"ہرگز نہیں......ویسے اشقر دیوزاد حمزہ صاحبقراں کے گھوڑے کا نام تھا۔"

"مجھے علم ہے۔"

"لہٰذا اشقر جن بکواس ہے۔"

"سائرہ اسی دیو کی آواز میں گفتگو کرتی ہوئی بیہوش ہوئی تھی۔"

''نو افراد کے علاوہ اور کوئی اس کا گواہ نہیں تھا۔ جن میں سے آٹھ افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ تمہاری مخالفت کر کے سکھ سے نہ رہ سکیں گے۔''

''تو گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کہانی میری گڑھی ہوئی ہے۔''

''جو چاہو سمجھو......! میں نے تو ابھی تک ایسی کوئی بات نہیں کہی۔''

''اب مجھے اجازت دیجئے۔'' چنگیزی نے اٹھتے ہوئے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''ضرور......ضرور......!''

وہ حمید کو گھورتا ہوا چلا گیا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی اسے یہاں کیوں چھوڑ گیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا مقصد یہی ہو کہ ان لوگوں پر پوری طرح نظر رکھی جائے۔

وہ پھر مہمان خانے سے محل کی طرف چل پڑا۔ آخر اس دھماکے سے متعلق پوچھ گچھ بھی کرنی تھی۔ خان دارا کے توسط سے محل کے سارے ملازمین کو اکٹھا کرایا۔

''کیا سب موجود ہیں۔'' حمید نے بہ آواز بلند پوچھا۔

''جی ہاں......!'' بیک وقت کئی آوازیں آئیں۔ پھر کسی نے کہا۔

''شکور......شکور......کدھر ہے؟''

''شکور......!'' خان دارا نے اونچی آواز میں پکارا۔ لیکن جواب نہ ملا۔

''وہ آخر کہاں گیا؟'' خان دارا مضطربانہ انداز میں بولا۔

''اسی نے تو ہماری جانیں بچائی ہیں سرکار۔'' ایک ملازم نے آگے بڑھ کر کہا۔

''وہ کس طرح......؟''

''کچھ دیر پہلے اس نے ادھر جراثیم کش دواء کا چھڑکاؤ کیا تھا اور سب کو مطلع کر دیا تھا۔ اس لیے کوئی ادھر گیا ہی نہیں۔ دوا بڑی بدبودار ہوتی ہے سرکار۔''

''خدا کی پناہ!'' حمید اپنی گدی سہلاتا ہوا بولا۔ ''اسے فوراً تلاش کرائیے خان۔''

''ہاں......ضرور......ضرور۔''

اور پھر کچھ دیر بعد محل کے ایک دور افتادہ حصے میں شکور کی لاش ملی تھی۔ اس کی بائیں کنپٹی میں سوراخ تھا جس سے خون بہہ کر فرش پر پھیل رہا تھا۔

''جس نے اس کے ذریعے وہاں ٹائم بم رکھوایا تھا اسی نے بالآخر اسے بھی ختم کر دیا۔''

حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ’’دوسرا قتل......!‘‘

’’میرا تو ذہن ہی ماؤف ہو رہا ہے۔‘‘ خان دارا کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

حمید نے دل میں کہا۔ ’’واہ بے مکار! تو بھلا کب چاہتا ہے کہ تیرے خاندان کا کوئی فرد اس دھماکے کا شکار ہو جائے۔ اچھا بیٹے! اب ہم تمہیں دیکھ ہی لیں گے۔‘‘

مقامی حکام کو دھماکے کی اطلاع پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ لاش ملتے ہی ایک بار پھر ان سے رابطہ قائم کیا گیا اور حمید نے ان کے بھی یہی ذہن نشین کرایا کہ کسی نے شکور ہی سے ٹائم بم رکھوایا تھا اور پھر اس کا خاتمہ بھی کر دیا۔

کسی نے اس کے بیان پر جرح نہیں کی۔ ممکن تھا کہ فریدی نے پہلے ہی انہیں خصوصی ہدایات دی ہوں۔ اس کے بعد ہی قالین بافی کے کارخانے کا رخ کیا ہو۔ ایس۔ پی کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا رہا تھا جیسے وہ خود کو بولنے سے روکے رکھنے کی کوشش کرتا رہا ہو۔

فریدی کی واپسی شام سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ شکور کے بارے میں اس نے خاموشی سے سنا تھا اور اس پر کوئی تبصرہ کئے بغیر سائرہ کا ذکر چھیڑ دیا تھا۔

’’وہ تو عجیب صلاحیتوں کی مالک ثابت ہوئی ہے۔ البتہ اس نے اپنے گھر کا جو پتہ فیکٹری کے رجسٹر میں درج کرا رکھا تھا۔ وہ قطعی غلط تھا۔ لہٰذا اسکی جائے رہائش کا علم نہ ہو سکا۔‘‘

’’اس کی عجیب صلاحیتوں کا بھی ذکر ہو جائے۔‘‘ حمید بولا۔

’’حیرت انگیز طور پر دوسروں کی آوازوں کی نقل اتار سکتی تھی۔ میں نے ریکارڈ کی ہوئی نقلیں سنی ہیں اور اصل سے ان کا موازنہ بھی کیا ہے۔ مشکل ہی سے دونوں میں امتیاز کیا جا سکے گا۔ فیکٹری میں پچھلے ماہ ایک ورائٹی شو ہوا تھا جس میں اس نے اپنے اس کمال کا مظاہرہ کیا تھا۔ سیٹھ، مینجر اور اکاؤنٹنٹ کی آوازوں کی نقل اتاری تھی اور پورا پروگرام ریکارڈ کیا گیا تھا۔ اسی میں یہ آیٹم بھی شامل تھا۔‘‘

’’خوب!‘‘ حمید سر ہلا کر بولا۔

’’بس ثابت ہوا کہ وہ مرنے سے پہلے اس دیو کی آواز کی نقل اتارتی رہی تھی اور اس کے ساتھی سمجھے تھے کہ اس پر سچ مچ جن آ گیا ہے۔ یہاں اصل مجرم کا طریق کار واضح ہو جاتا ہے۔ شکور کا قتل بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے لیے کام کرنے والوں کو بالآخر ختم کر دیتا

ہے۔ سائرہ بھی اس کی آلہ کار تھی۔ اس کے ساتھیوں کو کسی طرح بیہوش کیا گیا اور ان کی بیہوشی کے دوران میں اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔''

''مقصد......؟'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''چراغ کے جن سے پوچھ کر بتاؤں گا۔'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''موڈ خراب معلوم ہوتا ہے۔''

''میں جادوگر تو نہیں ہوں کہ تفتیش کے اس مرحلے پر جرم کا مقصد بھی معلوم کرلوں گا۔''

''میں بتا سکتا ہوں۔''

''بکو......''

''خان دارا اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر کسی بڑے جرم کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ بڑا جرم ہم دونوں کا قتل ہی ہو۔''

''ایسی صورت میں تمہارا جسم ٹماٹروں سے داغدار ہونے کے بجائے گولیوں سے چھلنی ہو جاتا۔ ایک ٹائم بم مہمان خانے میں بھی رکھوایا جا سکتا تھا۔''

''ہوسکتا ہے اب ایسا ہو جائے۔ خود کو شبہے سے بالاتر رکھنے کے لیے محل میں پہلے دھماکہ ہونا ضروری تھا۔''

''مر جائیں گے......کیا فرق پڑتا ہے۔'' فریدی اکتا کر بولا۔

''اتنی آسانی سے مر جائیں گے۔''

''میں آسانی ہی سے مر جانے کی خواہش رکھتا ہوں۔''

''اگر ہم یہاں کی بجائے ہوٹل گلریز میں مقیم رہ کر تفتیش کریں تو کیا حرج ہے۔''

''سوچوں گا۔ خیر دوسری خبر سنو۔ انور کی ٹیلی پرنٹر میسیج آئی ہے کہ قاسم ڈاکٹر فوزیہ سمیت غائب ہو گیا ہے۔''

''عیش کر رہا ہو گا کہیں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔'' خان دارا کے مرنے سے کسے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یا کوئی ایسا بھی ہے جس کی موت سے خان دارا کو فائدہ پہنچ سکے۔''

''ایک پرانی وصیت کے مطابق اقتدار خان دارا کے ہاتھ آیا ہے۔ جائیداد پر اسی کا کنٹرول ہے اور دوسروں کے حصے وہی ان تک پہنچاتا ہے۔ خان دارا کے بعد یہ اقتدار چنگیزی کی طرف منتقل ہو جائے گا۔''

''اگر یہ دونوں نہ رہ جائیں تو پھر کیا صورت ہوگی۔''

''اس سوال کا جواب وصیت نامے کا مطالعہ کئے بغیر نہیں دے سکوں گا۔''

''اب اگلا قدم کیا ہوگا۔''

''اس پکنک اسپاٹ کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اور پھر دوسرے دن وہ خان دارا کی شکار گاہ سے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس اسپاٹ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ تین بروبانی قبائلی بھی تھے۔

دراصل وہ علاقہ بروبانیوں ہی کا تھا۔ انہوں نے بھی کسی دیو کا ذکر کیا تھا جس کے جسم سے چنگاریاں نکلتی تھیں اور اندھیرے میں اس کے قہقہے دور دور تک گونجتے تھے۔ خود بروبانیوں نے اس مخصوص میں حصے میں قدم رکھنا چھوڑ دیا تھا۔ جہاں دیو دکھائی دیتا تھا۔

اس وقت بھی وہاں جانے کے لیے بدوقت تیار ہوئے تھے۔ فریدی اور حمید غیر ملکی شکاریوں کے میک اپ میں تھے۔

خان دارا کے مشورے کے مطابق انہوں نے جو راستہ منتخب کیا تھا۔ اس سے صرف گھوڑے ہی گزر سکتے تھے لیکن اسپاٹ سے دو میل کے فاصلے پر ایک ایسی جگہ بھی تھی جہاں تک گاڑیاں جا سکتی تھیں۔ لہٰذا ایک بڑی گاڑی وہاں کھڑی کر دی گئی تھی۔ یہ بھی خان دارا ہی کے مشورے سے ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ آس پاس کسی گاڑی کی موجودگی بھی ضروری ہے۔ پتہ نہیں انہیں کن حالات سے گزرنا پڑے۔ وہ خود بھی ساتھ چلنے پر مصر تھا لیکن فریدی اس پر تیار نہیں ہوا تھا۔

بروبانیوں کو نہیں معلوم تھا کہ وہ دونوں کون ہیں اور وہاں جانے کا اصل مقصد کیا ہے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ سیاہ خرگوشوں کا شکار کھیلنا چاہتے ہیں۔ جن کی ان اطراف میں بہتات تھی۔

پانچ آدمیوں کا یہ قافلہ اس اسپاٹ کی طرف بڑھتا رہا جہاں ایک لڑکی حیرت انگیز طور پر مر گئی تھی۔ بروبانی قبائلی بھی مسلح تھے اور شائد ان میں ایک آدمی ایسا ضرور تھا جسے جائے حادثہ

کا صحیح علم تھا۔ وہی ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔

''واقعی بڑی خوبصورت جگہ ہے۔'' حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

بروبانی خوفزدہ نظر آنے لگے تھے۔ اچانک ان کے گھوڑے بھڑکنے لگے۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہوں نے کسی بڑے خطرے کی بو سونگھ لی ہو۔ پھر اگر وہ سبھی گھوڑوں سے کود نہ پڑے ہوتے تو انہیں پچھتانا پڑتا۔

حملہ

گھوڑے لگامیں چھڑا کر بھاگ نکلنا چاہتے تھے اور وہ انہیں روکے رکھنے کے لیے پورا زور لگا رہے تھے۔

ٹھیک اسی وقت ایک گھوڑے کے بائیں پہلو سے خون کا فوارہ چھوٹنے لگا اور فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ ''چھوڑ دو گھوڑوں کو اور ادھر پوزیشن لے لو...... جلدی کرو......!''

زخمی گھوڑا گر گیا تھا۔ لگامیں چھوٹتے ہی دوسرے گھوڑے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ پھر ایک اور گرا۔ اس بار فریدی نے ایک سمت فائر کر دیا تھا۔ وہ ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں تنہا تھا۔ دوسرے بھی آس پاس بکھر کر پوزیشن لے چکے تھے۔

بقیہ تین گھوڑے وحشیانہ انداز میں ایک جانب دوڑتے چلے گئے۔

حمید ایک بروبانی کے قریب تھا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''دیکھا صاحب ہم بولا تھا اِدَر نئیں آئے گا...... ہمارا گھوڑا مر گیا۔''

''خان جانے......!''

''ہم خان سے لے گا...... اپنا جانور......!''

''ضرور...... ہم دلوائیں گے تمہیں۔''

''اب دیکھا......! اِدَر بھوت رہتا۔''

''یہ بھوت نہیں...... بلکہ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل تھی۔''

بروبانی نے برا سا منہ بنایا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ بھاگ نکلنے والے گھوڑوں کی

ٹاپوں کی آواز اب دور سے آ رہی تھی۔

''آپ کہاں ہیں؟'' دفعتاً حمید نے فریدی کو آواز دی۔

''جہاں ہو وہیں اسی پوزیشن میں ٹھہرو۔'' جواب ملا۔ آواز قریب ہی کی معلوم ہوتی تھی اور پھر انہوں نے الہ دین کے فلمی جن کا سا قہقہہ سنا تھا۔ حمید کے قریب والا بروبانی اچھل کر بھاگا۔

''ٹھہرو......ٹھہرو......'' حمید کہتا ہی رہا لیکن وہ نشیب میں غائب ہو گیا۔ پھر حمید نے کئی بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔ شائد سارے ہی بروبانی بھاگ نکلے تھے۔

''جانے دو......!'' اس نے فریدی کی آواز سنی جو اس بار نسبتاً قریب سے آئی تھی اور پھر وہ ذرا ہی سی دیر میں اس کے قریب تھا۔ غالباً اس کی آواز کے رخ کا اندازہ کر کے اس تک پہنچا تھا۔

قہقہہ پھر سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پوری وادی قہقہے سے گونج رہی ہو۔

''مائیکروفون......قہقہہ ریکارڈڈ ہے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''سوال تو یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ بے آواز فائرنگ تو ہمیں آسانی سے چاٹ جائے گی۔'' حمید بڑبڑایا۔ ''بروبانی بھی بھاگ نکلے۔ گھوڑے بھی گئے۔''

''دیکھا جائے گا۔''

''یہاں تو ہمیں ہیلی کوپٹر سے آنا چاہیے تھا۔''

''یہ مناظر دیکھنے میں نہ آتے۔''

''پتہ نہیں! صرف دیو ہے یا پریاں بھی ہیں۔''

''کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کی کوشش کرو۔'' فریدی بائیں جانب کھسکتا ہوا بولا۔

شائد دونوں گھوڑے دم توڑ چکے تھے کیونکہ اب ان کی کربناک آوازیں نہیں سنائی دیتی تھیں۔ بالکل ایسا ہی سناٹا طاری تھا جیسے ذرا دیر پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ وہی سراسراتی ہوئی خنک ہوائیں تھیں اور وہی بنفشے کے پھولوں کی خوشبو۔

وہ دونوں آہستہ آہستہ نشیب میں اترتے رہے۔ تینوں بروبانی نہ جانے کدھر نکل بھاگے تھے۔ پتہ نہیں زندہ بھی تھے یا بے آواز فائروں کی نذر ہو گئے تھے۔

وہ بڑی احتیاط سے اس راستے کی طرف بڑھ رہے تے جس سے وہ گاڑی تک پہنچ سکتے۔

دو گھنٹے میں دو میل کی مسافت طے ہوئی تھی لیکن گاڑی کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

''دیکھا آپ نے......'' حمید بھنا کر بولا۔''اب فرمایئے۔''

''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''ہماری واپسی سے قبل ہی گاڑی کہاں غائب ہو گئی۔''

''پتہ نہیں۔'' فریدی نے لاپرواہی سے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

پھر وہ وہیں بیٹھ کر ایک جگہ ستانے لگے تھے۔ حمید نے پائپ میں تمباکو بھرا اور ابھی اسے سلگانے بھی نہ پایا تھا کہ کسی بھاری گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی۔ پائپ اسنے جیب میں ڈالا تھا اور بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ فریدی بدستور بیٹھا لاپرواہی سے سگار پیتا رہا۔

گاڑی کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی اور پھر بائیں جانب والے نشیب سے وہ بھاری ٹرک ان کی جانب بڑھتا نظر آیا جس پر نصف درجن سے زائد مسلح لوگ موجود تھے۔ ڈرائیور کے قریب خان دارا بیٹھا ہوا تھا۔

ٹرک قریب پہنچتے ہی وہ سیٹ سے کود کر ان دونوں کی طرف جھپٹا۔

''آپ لوگ بعافیت ہیں نا'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''آپ کے دو گھوڑے ضائع ہو گئے۔'' فریدی نے کہا۔

''اس کی فکر نہ کیجئے۔ وہ تینوں جیسے ہی شکار گاہ پہنچے، ہم سب دوڑ پڑے۔''

''اوہ.....تو شاید گاڑی وہی لے گئے تھے۔''

''جی ہاں۔'' خان دارا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''وہ کہہ رہے تھے کہ گھوڑوں کے پہلو شق ہو گئے۔''

''جی نہیں!'' فریدی بولا۔''بے آواز فائروں نے انہیں موت کے گھاٹ اتارا ہے۔''

''بروبانی تو کہہ رہے تھے......!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید خان دارا کو بغور دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''آپ نے دیکھا اس دیو کو۔''

''نہیں مجھے تو نہیں دکھائی دیا۔''

''بروبانیوں نے دیکھا تھا۔ جب وہ بھاگ رہے تھے۔''

''کیا وہ ساتھ آئے ہیں؟''

''نہیں! شکار گاہ میں ہیں...... حالت خراب تھی ان کی۔''

پھر وہ اسی ٹرک کے ذریعے شکار گاہ تک آئے تھے۔ تینوں بروبانی بیحد خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو بخار ہو گیا تھا۔

انہوں نے بتایا کہ انہیں وہ دیو اس وقت دکھائی دیا جب وہ ان کا ساتھ چھوڑ کر اضطراری طور پر بھاگ نکلے تھے۔

''آخر چکر کیا ہے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''جو مقصد تھا وہ پورا نہیں ہو سکا۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''کس کا مقصد؟''

''انہیں واقعات کا...... پہلے بروبانی ڈرائے جاتے رہے تھے۔ پھر شہری ڈرائے گئے لیکن چونکہ معاملہ خان دارا کا تھا اس لیے واقعے کی پبلسٹی نہ ہو سکی۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''میری دانست میں کوئی اس علاقے کو آسیب زدہ مشہور کر کے اسے ''ممنوعہ علاقہ'' قرار دلوانا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم کئی بار ایسے حالات سے نپٹ چکے ہیں۔''

''میرا خیال ہے وہ شخص اول درجے کا احمق ہے جس نے اس ایٹمی دور میں یہ طلسم ہوشربا ترتیب دیا ہے۔''

''ہے تو۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''میری دانست میں اتنا ہی کافی ہوتا کہ وہ جیتے جاگتے لوگ پتھر کے مجسموں میں تبدیل ہو جاتے۔ یہ جن دیو اور قہقہے تو کھل کر اسے انسانی کارنامہ ثابت کر رہے ہیں۔''

''میں یہی کہنا چاہتا تھا۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن ہم آخر پتھر کے مجسموں کا ذکر اتنے وثوق سے کیوں کر رہے ہیں۔ کیا آپ نے کوئی ایسا مجسمہ دیکھا ہے۔''

''نہیں۔ میں نے تو جیلی کا ڈھیر دیکھا تھا۔''

''اور وہ بھی دھماکے سے اڑا دیا گیا۔'' حمید پُرتفکر لہجے میں بولا۔ ''گھوڑوں کے جسموں سے گولیاں برآمد کی جاسکیں گی۔''

''کون برآمد کرے گا۔ اس علاقے میں صرف تین بے آواز رائفلیں پوری بٹالین کا صفایا کرسکتی ہیں۔ فائروں کی سمت تک معلوم نہ کی جا سکے گی۔''

''حیف ہے اس بے بسی پر۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

شکار گاہ سے وہ محل میں واپس آئے۔ دونوں ہی فکر مند نظر آرہے تھے۔

''میں رام گڑھ جارہا ہوں۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''تم چنگیزی اور خانزادہ اشرف کی بیٹی پر نظر رکھو گے۔ شکور کے بارے میں بھی زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔''

''اگر جیلی کا ڈھیر نہ ہو گیا تو۔ ویسے کب تک واپسی ہو گی آپ کی۔''

''یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔''

لیکن مہمان خانے میں گھنٹوں حمید کے خراٹے گونجتے رہے۔ پہاڑی راستوں کی تھکن سے نڈھال ہو کر سویا تھا۔

آنکھ کھلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا اور شام کی چائے بھی نیند کی نذر ہو گئی تھی لیکن مہمان خانے کے ملازمین نے چائے اور رات کے کھانے کا وقفہ برقرار رکھنے کے سلسلے میں بڑی پھرتی دکھائی۔

چائے سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ چنگیزی کی آمد کی اطلاع ملی۔ ملازم نے آکر بتایا کہ وہ فوری طور پر ملنا چاہتا ہے۔

''تو پھر یہیں لے آؤ۔'' حمید نے ملازم سے کہا۔

چنگیزی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''کیا بات ہے......آپ کچھ پریشان سے نظر آرہے ہیں۔''

''کچھ اور لوگوں کو بھی علم ہے کہ سائرہ ہمارے ساتھ گئی تھی۔''

''کون لوگ ہیں؟'' حمید نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے یہ خط موصول ہوا ہے۔'' اس نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

لفافہ معمولی ڈاک سے آیا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ٹکٹ پر مہر صاف نہیں تھی، جس سے روانگی کے مقام کے بارے میں معلوم ہو سکتا۔ خط میں لکھا گیا تھا۔

''سائرہ کہاں غائب ہوگئی۔ وہ تمہارے ساتھ کہیں گئی تھی اسکے بعد سے سراغ نہیں مل سکا۔ تم نے جس طرح آٹھ گواہوں کی زبان بند کی ہے اسطرح میری زبان بند نہیں کی جا سکتی!''

''خوب......!'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''میں نے انکل کو مشورہ دیا تھا کہ فوراً پولیس کو اطلاع دے دی جائے لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ آپ لوگ ذاتی تعلقات کی بنا پر بلوائے گئے ہیں۔''

''اچھا تو پھر......؟''

''ذاتی تعلقات کی بنا پر آپ معاملے کو دبا بھی سکتے ہیں۔''

''یہ تم کہہ رہے ہو!''

''نہیں! جس نے یہ خط لکھا ہے کہہ سکتا ہے۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو۔''

''اس خط کا انداز کہہ رہا ہے کہ ہمیں بلیک میل کیا جائے گا۔''

''کچھ اندازہ ہے کہ کون ہو سکتا ہے۔''

''پتہ نہیں......!''

''اگر کوئی ہو سکتا ہے تو انہی آٹھوں میں سے جو تمہارے ساتھ گئے تھے۔''

''نہیں......یہ ناممکن ہے۔''

''بھلا کس طرح۔''

''وہ سب میرے بہترین دوست ہیں۔''

''اچھے مواقع کوئی بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ انہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔''

''تو پھر اب کیا کیا جائے؟''

''فکر مت کرو! تم نے اچھا کیا کہ ہمیں مطلع کر دیا۔ کیا خان کو بھی خبر کر چکے ہو۔''

''نہیں! وہ موجود نہیں ہیں۔ شائد شکارگاہ واپس گئے۔ زیادہ تر وہیں رہتے ہیں۔''

''ہم دیکھیں گے......تم یہ خط میرے ہی پاس رہنے دو۔''

چنگیزی کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ''آخر آپ لوگ بھی وہاں نہ ٹک سکے۔''

''ہاں......اور ہم نے قہقہہ بھی سنا تھا۔''

''بروبانیوں نے تو اسے دیکھا بھی تھا۔''

''ہم ابھی نہیں دیکھ سکے لیکن دیکھیں گے ضرور۔''

''کیپٹن......!'' چنگیزی حمید کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔'' مجھے شروع ہی سے ایسا محسوس ہو رہا ہے، جیسے آپ کو میری باتوں پر یقین نہ ہو۔''

''میرا کوئی ایسا دوست نہیں ہے جس کی رہائش سے میں واقف نہ ہوں۔''

''غالباً آپ کا اشارہ سائرہ کی طرف ہے لیکن وہ براہ راست فلورا کی دوست تھی۔ اسی نے حلقے میں اس کا تعارف کرایا تھا۔ جب اسے علم نہیں تو دوسروں کو کیسے ہوسکتا ہے۔''

''خیر چھوڑو! مس اشرف یہیں مقیم ہیں یا واپس گئیں۔''

''مقیم......ہے۔'' چنگیزی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''غالباً تم انہیں پسند نہیں کرتے۔''

''باپ ہی کی طرح کریک ہے۔''

''آپ کو ان کی والدہ یعنی اپنی پھوپھی یاد ہیں۔''

''کیوں؟'' چنگیزی چونک کر حمید کو گھورنے لگا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ انہیں میری مسکراہٹ اپنی والدہ کی مسکراہٹ سے مشابہ نظر آتی ہے۔''

''کیا اسے آپ کا دماغ چاٹنے کا موقع مل گیا تھا۔''

''بدقسمتی سے۔''

''لیکن اس نے ایک بار بھی آپ کا ذکر نہیں کیا۔''

''میاں عقل کے ناخن لو۔ میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ وہ بھی میرا ذکر کرتی ہیں یا نہیں لیکن آپ نے میرے اصل سوال کا جواب نہیں دیا۔''

''مجھے پھوپھی کا چہرہ یاد نہیں۔ آپ انکل سے پوچھئے گا۔''

''مس اشرف اس وقت کہاں مل سکیں گی۔''

''سیلانی ہے۔ ہوسکتا ہے انکل کے ساتھ شکار گاہ چلی گئی ہو۔ مجھے تو یہاں کہیں نہیں دکھائی دی۔''

''کیا ڈاکٹر اشرف یہاں کبھی نہیں آتے؟''

''پچھلے تین سال سے تو نہیں آئے۔''

''غالباً خان سے تعلقات بہتر نہ ہوں گے۔''

''جہاں تک انکل کا سوال ہے وہ تو انہیں ہمیشہ اچھے ہی الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔''

''کبھی کوئی جھگڑا ہوا تھا ان کے درمیان۔''

''مجھے تو یاد نہیں۔'' یہ میں یونہی پوچھ رہا تھا۔ شائد تمہیں علم نہیں کہ ان دونوں کے ہاتھوں مجھ پر رام گڑھ میں کیا گزری تھی۔''

اور پھر حمید نے اسے بھی ٹماٹروں والی کہانی سنادی۔

چنگیزی بیحد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ حمید کے خاموش ہوتے ہی بولا۔''انکل سے معلوم ہوا ہے کہ کرنل کا بایاں بازو زخمی ہے۔ ان پر یہاں آتے وقت حملہ ہوا تھا۔''

''یہ درست ہے۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''تب پھر میں آپ سے اس چھیڑ چھاڑ کو محض اتفاقیہ نہیں سمجھتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''انکل اشرف کسی کا آلہ کار بھی بن سکتے ہیں۔''

''خان دارا کے خلاف......!''

''ایسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ان کی ذہنی صحت بھی مشکوک ہے۔ انہیں کسی بھی راہ پر لگایا جا سکتا ہے اور نوشابہ ان کی لڑکی ہے وہ اسے کم از کم آپ کی راہ پر ضرور لگا سکتے ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کہ وہ آپ کی ٹوہ میں رہے۔ آپ پر نظر رکھے ورنہ آپ کے پیچھے ہی پیچھے یہاں کیوں پہنچتی۔ ہوسکتا ہے۔ ٹائم بم بھی اسی نے رکھوایا ہو۔''

''اور شکور کو قتل بھی کر دیا ہو۔'' حمید بولا۔

''سب کچھ ممکن ہے۔''

''لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ رام گڑھ میں جہاں میں قیام کرتا۔ اس کے سامنے ہی اشرف صاحب کا بنگلہ بھی ہوتا۔''

''ان کے بائیس بنگلے ہیں رام گڑھ میں۔''

''میں خان دارا سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''شکار گاہ چلنا پڑے گا۔''

''تم چل رہے ہو ساتھ۔''

''ضرور چلوں گا۔ ورنہ رات کا وقت ہے آپ دشواریوں میں پڑ جائیں گے۔''

جیپ میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چنگیزی بھی مسلح تھا۔ ہیڈ لائیٹس کی شعائیں دور تک سڑک پر پھیل رہی تھیں۔ محل سے شکار گاہ کا فاصلہ پندرہ میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا اور فاصلے کو طے کرنے میں کم از کم ایک گھنٹہ ضرور لگتا تھا۔ پیچ دار اور دشوار گزار راستے کی بنا پر کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ شکار گاہ کے قریب پہنچ کر انہوں نے فائروں کی آوازیں سنیں۔ مسلسل گولیاں چل رہی تھیں۔

ٹاپ سیکرٹ

''یہ کک..... کیا ہو رہا ہے۔'' چنگیزی ہکلایا۔

اور ٹھیک اسی وقت ایک گولی جیپ کی چھت پھاڑتی ہوئی گزر گئی۔ حمید نے پورے بریک لگائے تھے اور انجن بند کر کے نیچے کود گیا تھا۔

''تم بھی..... نیچے آؤ اور لیٹ جاؤ۔'' اس نے نیچے پہنچ کر چنگیزی سے کہا تھا۔

اس نے حمید کے بعد ہی چھلانگ لگائی تھی۔ دونوں زمین پر اوندھے پڑے تھے۔ گولیاں ان کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

''شاید بروبانیوں سے ٹھن گئی ہے۔'' چنگیزی آہستہ سے بولا۔ ''لیکن اس وقت یہ معلوم کرنا محال ہوگا کہ کون کس طرف ہے۔''

''چپ چاپ پڑے رہو!'' حمید بولا۔

''میرا خون جوش مار رہا ہے۔''

''ہو سکتا ہے تمہاری فائرنگ سے تمہارے اپنے ہی آدمی زخمی ہو جائیں۔''

''یہی تو دشواری ہے۔''

''لیکن یہاں سے کسی اور طرف نکل چلو۔ ہماری آمد کا علم نہ خان کو ہے اور نہ حملہ آوروں کو۔ ہو سکتا ہے دونوں ہی اس جیپ پر یلغار کر دیں۔'' حمید بولا۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اچھا تو پھر اسی طرف پلٹ چلئے۔ جدھر سے گاڑی لائے تھے۔''
وہ اسی طرح زمین سے لگے ہوئے دوسری سمت مڑے تھے اور رینگنا شروع کر دیا تھا۔ دوطرفہ فائرنگ کے درمیان سے گزرتے ہوئے وہ گھوڑوں کے اصطبل تک پہنچ گئے۔

''سوال تو یہ ہے کہ اس ہنگامے کا اختتام کس طرح ہوگا۔'' حمید بولا۔

''ہنگامہ تو پل بھر میں ختم ہو جاتا۔ ہم بڑی اچھی پوزیشن میں ہیں لیکن یہ بتانا دشوار ہے کہ حملہ آور کس طرف ہیں اور ہمارے آدمی کس طرف۔'' چنگیزی نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''تو ہم اصطبل ہی میں بندھے رہیں گے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''میں تو ان حالات میں کوئی مشورہ نہیں دے سکوں گا کیپٹن۔''

''یہاں گھوڑیاں زیادہ ہیں یا گھوڑے۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' چنگیزی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''سمجھے بوجھے بغیر جواب دو۔''

''گھ گھ......گھوڑے۔''

''تو آؤ......انہیں عشق کرنا سکھائیں۔''

''کیوں مذاق کرتے ہیں!'' چنگیزی نروس سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''عشق مذاق نہیں۔ عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو۔ سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق......اسی کو گانا شروع کر دو تو قوالی کہلائے گی۔''

''کیپٹن پلیز......کوئی ڈھنگ کی بات سوچئے۔''

''جب تم یہی نہیں بتا سکے کہ کون کس طرف ہے تو پھر ڈھنگ کی بات سوچنے کا فائدہ۔''

''گولیاں اس وقت تک چلتی رہیں گی جب تک پیٹیاں نہ خالی ہو جائیں۔''

''کچھ بروبانی تو تمہارے ساتھ بھی ہیں۔''

''انہیں ان کے قبیلے والے غدار سمجھتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت وہ اسی لیے چڑھ آئے ہوں گے کہ ان کے علاقے میں جا کر بھوت کو کیوں چھیڑا گیا۔ یا پھر وہ ان بروبانیوں کو پکڑنے آئے ہوں گے، جو آپ لوگوں کے ساتھ وہاں گئے تھے۔''

''بھوت یا دیو والا قصہ پرانا معلوم ہوتا ہے۔ کیا تمہیں اس کا علم نہیں۔''

''نہیں۔ بات بروبانیوں سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ ان کے معاملات انہی تک رہتے ہیں۔آج جب ان تینوں بروبانیوں کو آپ لوگوں کے ساتھ وہاں جانے کو کہا گیا تو انہوں نے بتایا تھا اور مشکل سے جانے پر آمادہ ہوئے تھے'

''شش......'' دفعتاً حمید آہستہ سے بولا۔''کوئی ادھر آرہا ہے۔''

چنگیزی خاموش ہو گیا۔ حمید نے آہٹ کی طرف کان لگا دیئے تھے۔ آنے والا بھی شاید بہت احتیاط سے چل رہا تھا۔ فائروں کی آوازیں پہلے ہی کی طرح سنائی دے رہی تھیں۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے دونوں طرف سے نتیجہ خیز اختتام کے لیے جدوجہد جاری ہو۔ اچانک چنگیزی کھانسنے لگا۔ پھر حمید نے بھی محسوس کیا جیسے اس کے حلق میں مرچوں کی دھانس سما گئی ہو اور پھر اس نے بھی کھانسنا شروع کر دیا۔ گھوڑے بھی اس طرح اچھلنے کودنے لگے جیسے رسیاں تڑا کر بھاگ نکلیں گے۔''

''بھاگو......گیس......!'' حمید بدقت تمام بولا اور اس نے اصطبل سے نکل بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ پتہ نہیں کس چیز سے ٹھوکر کھا کر گرا۔ پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ نہ فائروں کی آوازیں تھیں اور نہ گھوڑوں کی اچھل کود......اپنی اور چنگیزی کی کھانسیاں بھی سماعت سے دور ہو گئی تھیں۔ گہری تاریکی اور مکمل بے حسی۔

اس بے حسی اور خود فراموشی کی مدت خواہ کتنی ہی طویل رہی ہو......بالآخر شعور کی رو جاگی تھی اور اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے وہ اپنی کوشش کے بغیر ہوا میں تیرتا چلا جا رہا ہو۔ یہی نہیں بلکہ شاعری والی ''سراپا درد'' کی ترکیب بھی اسی وقت سمجھ میں آئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورے وجود کو عجیب طرح کی اذیت نے جکڑ رکھا ہو۔

پھر آہستہ آہستہ ذہن کا غبار چھٹتا گیا تھا اور یہ حقیقت اس پر واضح ہوئی تھی کہ وہ ہوا میں نہیں تیر رہا بلکہ کسی گھوڑے کی ننگی پشت پر ڈال کر رسیوں سے جکڑ دیا گیا ہے اور گھوڑا غیر معمولی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اس بُری طرح جکڑا ہوا تھا کہ جسم کو جنبش تک نہیں دے سکتا تھا۔ بتدریج اپنی صحیح حالت کا احساس ہوتا رہا تھا۔ آنکھوں پر پٹی بھی بندھی ہوئی تھی۔ گھوڑے کی پشت پر اوندھا پڑا تھا اور ہاتھ پیر ادھر ادھر جھول رہے تھے۔

خدا خدا کر کے کسی جگہ گھوڑا رکا تھا اور رسی کے بل ڈھیلے کئے جانے لگے تھے جس نے

اسے گھوڑے کی پشت سے جکڑ رکھا تھا۔

پھر تھوڑی دیر بعد آنکھوں کی پٹی کھولی گئی تھی......اس نے خود کو ایک بڑے غار میں پایا، چاروں طرف مشعلوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور وہ چار مسلح بروبانیوں کے نرغے میں تھا۔

''خدا کی پناہ!'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ان بروبانیوں میں سے ایک کو اس نے پہچان لیا تھا، جو انہیں خان دارا کی شکار گاہ سے......آسیب زدہ علاقے میں لے گئے تھے۔

''یہ تم ہو......شجر بر......!'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ہاں صاحب......'' جواب ملا۔

''دونوں طرف کام کر رہے ہو۔''

''ہاں صاحب......ابی واپس جائے گا۔''

حمید کو اس کی ڈھٹائی پر تاؤ آ گیا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ شجر بر کے چلے جانے کے بعد وہاں صرف تین ہی رہ گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔

حمید خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ دفعتاً ان میں سے ایک نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کیا۔

''آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔'' حمید اسے گھورتا ہوا غرایا۔

دفعتاً کسی جانب سے آواز آئی۔ ''وہ کچھ نہیں بتا سکیں گے۔''

''تم کون ہو۔ سامنے آؤ۔'' حمید دہاڑا۔

''میں عذاب کا فرشتہ ہوں۔ وقت سے پہلے سامنے نہیں آ سکتا۔''

''تو پھر وقت سے پہلے مجھے کیوں تکلیف دی گئی ہے۔''

''یہاں آرام سے رہو گے۔''

''اچھی بات ہے۔ لیکن پیال کے بستر پر رات نہیں بسر کر سکوں گا۔''

''یہاں تمہیں عیش پسندی اور تن آسانی کی سزا بھی مل سکتی ہے۔'' کیا تم رات کا کھانا کھا چکے ہو۔''

''نہیں......!''

''اچھا......کھانا بھجوا دیا جائے گا۔ اس وقت چپ چاپ سو جاؤ۔ صبح کو تم سے بات کی

جائے گی۔''

''تمہاری مرضی۔'' حمید نے بیزاری سے کہا۔

تینوں مسلح بروبانی غار کے دہانے کے قریب جم گئے تھے۔

پھر آواز نہیں آئی تھی۔ حمید ان بروبانیوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً ان سے سوال کر بیٹھا۔ ''یہ عذاب کا فرشتہ کہاں سے آیا ہے۔''

وہ کچھ نہ بولے۔ اس طرح دیکھتے رہے جیسے اس کی بات سمجھ ہی میں نہ آئی ہو۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی غار میں داخل ہوا تھا لیکن حمید اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا کیونکہ وہ سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک بڑا برتن لایا تھا۔ بہرحال کھانے کے لیے جو کچھ بھی آیا تھا۔ حمید کو زہر مار کرنا پڑا۔ ابلی ہوئی ترکاریاں تھیں۔

وہ آدمی بھی چلا گیا۔ تینوں پہرہ دار اب بھی موجود تھے۔ حمید کو خان دارا کا ملازم بروبانی شجر یاد آیا۔ اب تو اس میں شبہے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی کہ خود خان دارا ہی ان حرکتوں کا ذمہ دار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ فائرنگ محض ایک ڈرامہ ہی رہا ہو۔ خان دارا کو اطلاع مل گئی ہو کہ وہ چنگیزی کے ساتھ شکار گاہ کی طرف آرہا تھا۔ اچھا ہی ہوا تھا کہ فریدی رام گڑھ چلا گیا تھا۔ اب وہ اس معاملے کو خود حمید کے زاویہ نظر سے بھی دیکھ سکے گا۔ یہی سب کچھ سوچتے سوچتے اسے بالآخر پیال کے بستر پر نیند آگئی تھی۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو پھر ایک ''طلسم ہوشربائی'' منظر سے سابقہ پڑا۔ نہ وہ اس غار میں تھا اور نہ پیال کے بستر پر۔ سلیقے سے سجایا ہوا کسی عمارت کا ایک کمرہ تھا۔ اس نے بستر سے اٹھتے ہی سب سے پہلے دروازے کو آزمایا تھا۔ وہ مقفل نہیں تھا۔ کسی دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔ پھر دوسرے کمرے سے تیسرے میں پہنچا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔

سامنے فرش پر قاسم پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ نیچے موٹے موٹے گدیلے بچھے ہوئے تھے۔ حمید خود کو کسی طرح بھی قابو میں نہ رکھ سکا۔

دوسرے ہی لمحے میں اس نے قاسم پر چھلانگ لگائی تھی۔

''ارے...... باپ رے......'' قاسم نے بوکھلا کر اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی اور حمید چھٹک کر دور جا پڑا۔

''ہائیں.....ابے.....ارے۔خواب سے بھی باہر نقل پڑے سالے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ کر کھسیانی سی ہنس کے ساتھ بولا۔''ہی ہی.....ہی ہی.....سالے خواب میں بھی چین نہیں لینے دو غے.....!''

حمید اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اسے گھورتا ہوا بولا۔''مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔''

''تو تم مجھے نکاح نہیں قرنے دو غے.....!'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کیسا نکاح.....!''

''خواب میں ڈاکٹر فوجیہ سے میرا نکاح ہو رہا تھا کہ تم سالے آٹپکے.....سچ.....مچ آ ٹپکے.....خدا تمہیں گارت کرے اور وہ سالا پہلے جاسوسی قراتا تھا۔اب اجاب کا فرشتہ بن غیا ہے۔میرے کمرے میں نہیں سونے دیتا فوجیہ کو.....قہتا ہے..... پہلے نکاح قرو.....!''

''کون کہتا ہے؟''

''وہی سالا.....اجاب کا فرشتہ۔''

''وہ ہے کون.....؟''

''میں نہیں جانتا۔''

اتنے میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور دونوں خاموش ہو گئے پھر ڈاکٹر فوزیہ کمرے میں داخل ہوئی۔حمید کو دیکھتے ہی اچھل پڑی۔

''خدا کی پناہ.....!'' اس کی زبان سے نکلا تھا۔ پھر ہنس پڑی۔ اور بولی۔''اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''کیا ٹھیخ ہو جائے گا۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''جس نے بھی ہمیں پکڑا ہے جہنم رسید ہو جائے گا۔''

''تم میرے موکل تو جہنم میں بھیجو غی.....!'' قاسم دہاڑا۔

''سب کچھ تمہاری حماقتوں کا نتیجہ ہے۔ہم سے مشورہ لئے بغیر تم نے یہ کیس کیوں لے لیا تھا۔''

''تم قون ہوتی ہو مشورہ دینے والی۔ میں باس ہوں۔''

''تم بکواس ہو۔''

''دیکھو......دیکھو.....اس سالے کے سامنے بے عزتی نہ قرو۔'' قاسم حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''تم تینوں قانون کی نظر میں مجرم ہو۔'' حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے کہا۔''پرائیویٹ سراغرسانی کا ادارہ قائم کرنے کا حق تمہیں حاصل نہیں ہے۔''

''راز دار۔'' سراغرسانی کا ادارہ نہیں۔ میں ذہنی امراض کا نفسیاتی علاج کرتی ہوں اور انور پرائیوٹ کیس لیتا تھا۔

''اور یہ بھینسا میک اپ کر کے باس بنا بیٹھا رہتا تھا۔''

''دیکھا تم نے......میں نہ قہتا تھا کہ اس زہر کی پڑیا کو معلوم ہو گیا ہے، اپنے ابا جان کو جرور بتائے غی۔'' قاسم نے فوزیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تم خاموش رہو۔'' فوزیہ بولی۔''مجھے بتانے دو کہ ہم کس طرح اس جنجال میں پھنسے ہیں۔''

''بتاؤ......بتاؤ......میں تو جانتا ہی تھا کہ اب گھپلا ہو جائے غا۔'' قاسم حمید کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔''سالے تم میری قبر میں بھی گھس آؤ گے۔''

''یہ حضرت باس بنائے گئے تھے اور یہ طے ہوا تھا کہ انور کے علم میں لائے بغیر کوئی کیس نہیں لیں گے۔ انہیں تو موکلوں کے سامنے بولنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ انور ہی کیس سنتا تھا اور مشورے دیتا تھا لیکن انہوں نے ایک معاملے میں ہم دونوں کو بتائے بغیر ہاتھ ڈال دیا اور کئی کئی دن غائب رہنے لگے۔ دو دن پہلے کی بات ہے یہ میرے گھر آئے اور بولے جلدی سے نکل چلو پولیس ہمارے پیچھے ہے۔''

''بیوی سے ٹکراؤ کے بعد!'' حمید بولا۔

''جی ہاں۔'' فوزیہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔''میں ان کی بیگم صاحبہ کو پہچانتی نہیں تھی ورنہ اس کی نوبت ہی نہ آنے پاتی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ بیوی سے ان کے تعلقات کیسے ہیں۔ بہرحال ان کے اسی پراسرار موکل نے انہیں بہکایا تھا اور ہم دونوں رام گڑھ آن پہنچے تھے۔ پھر وہاں ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں اور یہاں لائے گئے تھے۔''

''یہاں کہاں؟''

''میں نہیں جانتی یہ کون سی جگہ ہے۔''

''کیا باہر نہیں نکل سکتیں۔''

''کیوں نہیں! لیکن شائد میلوں تک اس عمارت کے علاوہ اور کوئی دوسری نہ ہو گی۔ یہاں چار قیدی بھی ہیں۔''

''کیسے قیدی......؟''

''ایک ریٹائرڈ جج ہے......ایک ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہے۔ ایک عالم ہے اور ایک سیاسی لیڈر......وہ طرح طرح کے خوفناک امراض میں مبتلا ہیں اور دن رات چیختے رہتے ہیں۔''

''وہ کون ہے؟ جو تمہیں یہاں لایا ہے۔''

''پتہ نہیں کون ہے لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ بھی میک اپ ہی میں تھا۔''

''اب تم بتاؤ بیٹا......ورنہ سچ مچ جیل میں ہی رہو گے۔'' حمید قاسم کو گھورتا ہوا بولا۔

''بتا دوں گا......!'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''مگر تمہاری دھونس نہیں ہے۔ ان کی وجہ سے بتا دوں غا۔ یہی چاہتی ہیں تو یہی سہی۔''

پھر قاسم نے بتایا کہ دو ماہ پہلے ایک آدمی اس سے ملا تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ اس سے ایک بہت بڑا کام لینا چاہتا ہے لیکن وہ اسے ٹاپ سیکرٹ کے فائیل میں رکھے گا۔ ساتھیوں کو بھی کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ وہ اسے رام گڑھ لایا تھا اور رام گڑھ سے ایک اور جگہ لے گیا جہاں اسے دیو بنا کر لوگوں کو ڈراتا تھا۔''

''وجہ بتائی تھی؟'' حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

''یہ دیکھو...... یہ سالے جاسوس ہیں۔ ابے ٹاپ سیکرٹ۔ ٹاپ سیکرٹ ہوتا ہے۔ وجہ معلوم ہو جائے تو ٹاپ سیکرٹ کیوں رہے......ٹھینگے سے......میں قچھ نہیں جانتا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ اپنے معاملات میں تمہیں ٹانگ نہیں اڑانے دوں غا۔ میں بھی جاسوس بن غیا ہوں۔''

''بھوت بن گئے ہو۔''

''ٹھینگے سے......!'' قاسم نے کہا اور حمید فوزیہ کی طرف مڑ کر بولا۔''مجھے دکھاؤ وہ قیدی کہاں ہیں۔''

''فی الحال وہ جگہ مقفل ہے۔ دن میں دو بار انہیں کھانا دیا جاتا ہے۔ ان اوقات میں قفل کھولا جاتا ہے۔''

''کتنے آدمی آتے ہیں؟''

''دو مسلح آدمی۔ ابھی ہمارے لیے ناشتہ آئے گا۔ لیکن قیدیوں کو ناشتہ نہیں ملتا۔ صرف دوپہر اور رات کا کھانا۔''

''پتہ نہیں کب لائیں گے سالے۔ میرا تو دم نکلا جا رہا ہے بھوخ کے مارے۔''

دفعتاً کہیں چھپے ہوئے مائیکروفون سے آواز آئی۔ ''کیپٹن حمید تم نے کیس سن لیا۔ اب فوراً بتاؤ کہ کرنل فریدی کہاں غائب ہو گیا۔ تم دونوں کو بھی میرے لیے کام کرنا ہے...... تم دونوں اچھے لوگ ہو۔ رشوت نہیں لیتے اور خواہ مخواہ دوسروں پر زیادتیاں نہیں کرتے۔ اس لیے تمہارا مقام جنت ہے۔ میرے کام میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔''

عذاب کا فرشتہ

حمید برا سا منہ بنائے سنتا رہا۔ قاسم ڈاکٹر فوزیہ کی طرف دیکھتا ہوا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ''یہ تو میرا مئوقل بول رہا ہے۔''

''تو تم عذاب کے فرشتے ہو؟'' حمید نے فوزیہ کو آنکھ مار کر پوچھا۔

''ہاں! خدا نے مجھے اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ میں گنہگاروں کو سزا دوں اور نیکو کاروں کو اپنا معاون و مددگار بناؤں۔ کیا تم نے کلام الٰہی پڑھا ہے۔'' نادیدہ آدمی کی آواز آئی۔

''پڑھا ہے اور پڑھتا رہتا ہوں۔''

''جہنم کا بیان پڑھا ہے۔''

''ہاں...... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''جہنم ایک استعارہ ہے اور آگ اس تکلیف کا نام ہے جو کسی بڑے فعل کے نتیجے میں آدمی کو پہنچتی ہے۔ مثال کے طور پر جنسی بدکاروں کو کبھی کبھی بڑے خطرناک امراض چمٹ جاتے ہیں اور ان کی زندگیاں ہی جہنم بن کر رہ جاتی ہیں۔''

''ہاں! میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں۔''

''اپنے بچپن میں دیکھے ہوں گے۔ اب انہیں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ ایسے سائنٹیفک طریقے اختیار کرتے ہیں کہ بدکاریوں کے باوجود بھی ان کی تندرستی برقرار رہتی ہے۔ یعنی وہ

اس جہنم میں محفوظ رہتے ہیں۔ اسی لیے خدا نے مجھ کو دنیا میں بھیجا ہے کہ میں انہیں دوسرے طریقوں سے جہنم میں ڈال دوں۔ میں ان کے جسموں میں انہی امراض کے جراثیم دوسرے طریقوں سے پہنچا دوں گا۔''

''خدا کی پناہ......! لیکن اس لڑکی نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو پتھر کی ہو گئی۔''

''اس نے اپنے باس سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے اور میرے لیے بھی کام کرتی تھی۔ لہٰذا میں نے اس سے ایک کام لے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

''خان دارا کے ملازم شکور کا کیا قصور تھا۔''

''اسنے اپنے مالک سے غداری کی تھی مجھ سے رشوت لے کر محل میں ٹائم بم رکھا تھا۔''

''لیکن اسے تمہی نے تو اس پر آمادہ کیا ہو گا۔''

''میں خدا کی طرف سے امتحان بھی لیتا ہوں۔''

''اتھارٹی لیٹر دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔''

''میرا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''ہرگز نہیں......دنیا کیسے یقین کرے گی کہ تمہیں خدا نے اس مشن پر بھیجا ہے اگر تم مجھے یقین دلا دو تو میں تمہارے لیے کام کرنے پر تیار ہو جاؤں گا اور کرنل کو بھی اس پر مجبور کر دوں گا۔''

''اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا کہ خدا نے مجھے جراثیم کے علم سے نوازا ہے۔ میں دو قسم کے جراثیم سے ایک بالکل ہی نئی قسم پیدا کر سکتا ہوں۔ سائرہ کا پتھرا جانا ایسے ہی جراثیم کا کارنامہ ہے۔''

''اب یقین آ گیا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تم عذاب کے فرشتے ہو اور خدا نے تمہیں اس لیے دنیا میں بھیجا ہے کہ تم سائنٹیفک طریقے سے گناہ کرنے والوں کو سائنٹیفک سزا دے سکو۔''

''شاباش! تم سیدھے راستے پر ہو۔'' آواز آئی۔

''لیکن جو باتیں میری سمجھ میں نہیں آ سکیں ان کے بارے میں ضرور معلوم کرنا چاہوں گا۔''

''پوچھو! میں جواب دوں گا۔''

''کیا کرنل پر تمہی نے حملہ کرایا تھا؟''

''ہاں! وہ محض وارننگ تھی۔ مار ڈالنا مقصود ہوتا تو گولی دل کو بھی چھید سکتی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم لوگ جو ایماندار ہو اس معاملے میں مداخلت کرو۔''

''چنگیزی کو بلیک میل کرنے کی کوشش کیوں کی گئی۔ میں نے وہ خط دیکھا تھا۔''

''مجھے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ روپیہ چاہئے۔ خاں دارا یا دوسروں خانوں کی دولت جائز طریقوں سے جمع نہیں ہوتی۔ اس لیے مجھے وہ دولت انہی کے خلاف استعمال کرنے کا حق خدا کی طرف سے دیا گیا ہے۔''

''بات سمجھ میں آ گئی۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''اس موٹے کو دیو کیوں بنایا گیا ہے۔''

''بروبانیوں کو خوفزدہ کر کے علاقہ خالی کرانا چاہتا تھا کیونکہ وہاں میں کام کرتا ہوں۔ اس ڈیل ڈول کا آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ بہر حال یہ بات بروبانیوں ہی تک رہ گئی تھی۔ شہری آبادی تک نہیں پہنچتی تھی۔ سائرہ کو اس لیے بھی پتھر میں تبدیل کیا گیا ہے کہ اس کی پبلسٹی شہری آبادی میں بھی ہو جائے تاکہ پکنک منانے والے بھی ادھر کا رخ نہ کریں۔ لیکن خان دارا نے معاملے کو دبا دیا۔ پھر جب تم لوگ پہنچے تو میں نے اسے قطعی طور پر ضائع کرا دیا کہ کہیں تم لوگ اسے کسی سائنسی تجربہ گاہ میں نہ اٹھا لے جاؤ۔ اسطرح سنسنی پھیلا کر اسے ممنوعہ علاقہ قرار دلانے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ سائنسدان یہاں اپنی چھاؤنی ڈال دیتے۔''

''پتھر جیلی کے ڈھیر میں کیسے تبدیل ہوا تھا۔'' حمید نے سوال کیا۔

''شکور کے ذریعہ اس پر ایک نسخہ آزمایا تھا۔ مجھے توقع تھی کہ پتھر پانی ہو کر بہہ جائے گا، لیکن فارمولے میں تھوڑی سی کسر رہ جانے کی بنا پر وہ جیلی کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا اسی لیے تو دھماکہ کرانا پڑا تھا کہ اسی طرح ضائع ہو جائے۔''

''ابھی میں نے یہاں چار قیدیوں کے بارے میں سنا تھا۔ ان کا کیا قصہ ہے۔''

قبل اس کے وہ آواز آتی قاسم دہاڑنے لگا۔ ''ابے سارے قصے اسی وقت ہو جائیں گے۔ بھوخ کے مارے دم نقلا جا رہا ہے۔ ناشتہ بھجواؤ۔''

''اچھا! پہلے تم ناشتہ کر لو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔'' آواز آئی اور حمید قاسم کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

''اور قیا!'' قاسم بھی پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔''ہر جگہ کا بلیت بگھارنے لگتے ہیں......سالے۔''

''زبان بند رکھو ورنہ شامت آ جائے گی تمہاری......ایسے جراثیم تمہارے جسم میں داخل کرا دوں گا کہ عورت بن جاؤ گے۔''

قاسم کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد تین آدمی ناشتہ لائے تھے۔ تینوں مسلح تھے لیکن حمید نے آنکھ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ تو عذاب کے فرشتے سے پہلے ہی متفق ہو چکا تھا۔

ناشتے کے بعد پھر آواز آئی۔''غالباً تم لوگ ناشتے سے فارغ ہو چکے ہو۔''

''نہیں! تمہارا دیو اب مرغ کی ہڈیاں بھی چبا رہا ہے۔'' حمید اونچی آواز میں بولا۔

''اسی لیے تو میں اسے مستقل طور پر اپنے ساتھ رکھنے کے حق میں نہیں ہوں۔ کھا کھا کر مجھے کنگال کر دے گا۔'' آواز آئی اور قاسم قہر آلود نظروں سے حمید کو دیکھنے لگا۔

''ہاں! تو اب ان چاروں قیدیوں کے بارے میں سنو!'' آواز آتی رہی۔''ان میں سے ایک ریٹائرڈ جج ہے جو رشوت لے کر انصاف کا خون کیا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک پولیس آفیسر بھی ہے، ایک ایسا عالم بھی ہے جس نے اپنے علم کے ذریعہ لوگوں کو غلط راستوں پر ڈالا، ایک ایسا سیاسی لیڈر ہے، جو پرمٹوں اور ٹھیکوں کے لیے عوام کو ورغلاتا رہا ہے۔ اب میں ان کے جسموں میں جہنم داخل کر کے ان کے گھروں پر پھینکوا دوں گا اور ان کے بچاؤ کے سارے سائنٹفک طریقے دھرے رہ جائیں گے۔''

''جی خوش کر دیا تم نے......واہ واہ......!'' حمید خوشی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔''اس سلسلے میں کرنل اور یہ حقیر پُرتقصیر تمہارے بہت کام آ سکیں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ ملک میں ایسے کتنے گنہگار ہیں۔ تمہارے جراثیم ختم ہو جائیں گے لیکن ان کی تعداد بڑھتی ہی رہے گی۔''

''بہت خوب!'' آواز آئی۔''تم وہی کہہ رہے ہو جو میں نے سوچا تھا۔ بہت عقلمند ہو۔ اچھا فی الحال تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ کسی طرح ان دونوں کو نکاح پر آمادہ کر لو۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' فوزیہ چیخ کر بولی۔

''اس پر قاسم کی ''ہی ہی ہی۔'' اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد وہ آواز پھر نہ آئی۔

''کیا حرج ہے اس میں؟'' حمید نے فوزیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔''بہت مالدار ہے تمہیں

پریکٹس وغیرہ کی جھنجھٹ سے نجات مل جائے گی۔''

''حماقتوں کے اس پہاڑ سے نکاح کروں گی۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

''اے......دیکھو......جیرو تھری میری توہین نہ قرو۔ میں باس ہوں۔''

''ایسا گدھا باس بھی مجھے نہ چاہئے، جو ایسی مصیبتوں میں پھنسا دے۔''

''اچھا......اچھا......دیکھوں گا......اگر تمہارے اندر ٹی بی کے جراثیم نہ ڈلوا دیئے تو قچھ نہ قیا۔''

''بکواس مت کرو۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔''میں ڈاکٹر فوزیہ کو رضا مند کرلوں گا لیکن تمہاری گلہری خانم کا کیا ہوگا۔''

''اے ہوغا قچھ ...... مجھے پرواہ نہیں۔''

''ڈر کے مارے بخار آ گیا تھا جب وہ گھس آئی تھی آفس میں۔''فوزیہ بولی۔

''اچھا......اچھا......مت کرنا نکاح......ٹھینگے سے۔''

''یہ تو ہو کر رہے گا۔ میں نے عذاب کے فرشتے سے وعدہ کیا ہے۔''

''ناممکن ہے کیپٹن۔ میں مر جاؤں گی......لیکن یہ نہ ہو سکے گا۔''

حمید نے قاسم کی نظر بچا کر اسے آنکھ ماری تھی۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

پھر کئی منٹ تک خاموشی رہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس عمارت سے کسی طرح نکلنا چاہئے۔ فوزیہ نے بتایا تھا کہ ان پر کسی قسم کی پابندی نہیں اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ باہر نکل کر بھی وہ اندازہ نہ کر پائے گا کہ کہاں ہے۔ بہرحال اس سلسلے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ قاسم بول پڑا۔''میں اکیلے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''تو چلو......اٹھو......کیوں نہ باہر چلیں۔''

''ب...... باہر......!'' قاسم ہکلا کر بولا۔

''آں...... ہاں......!''

''نہیں! اندر ہی رہیں گے۔'' قاسم اٹھتا ہوا بولا اور پھر اس کمرے سے نکل آنے کے بعد اس نے کہا تھا۔''باہر نہ چلو۔ آغر سالی نے دروا جا بند کرلیا تو باہر ہی رہ جائیں گے۔''

''وہ نکاح کرنے کو کیوں کہتا ہے۔''

''میری بے کراری دیکھ کر...... اجاب کا فرشتہ بھی مجھ پر رحم کھاتا ہے مگر تم سالے۔''

''میں نے کیا کیا ہے؟''

''تم قیوں آن مرے ہو۔ تمہیں دیکھ کر بھڑک گئی ہے۔ کل تک بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتی تھی۔''

''گھبراؤ نہیں! نکاح پر راضی کرلوں گا۔''

''ابے نکاح تو میں خود بھی نہیں قرنا چاہتا۔ بیوی سے محوبت ہو ہی نہیں سکتی۔ بیوی بن کر سالی آنکھیں نکالے گی..... غرائے گی۔''

''سب بیویاں ایسی نہیں ہوتیں۔''

''سب ہو جاتی ہیں۔ میرے باپ کی بھی ایسی ہی تھی، میری بھی ایسی ہے اور یہ بھی ہو جائے غی......!''

''نکاح کے بغیر تو وہ تمہیں اس کے قریب بھی نہ جانے دے گا۔''

''چلو ڈھونڈ کر مار ڈالیں سالے کو۔'' قاسم نے گرمجوشی دکھائی۔

''جلد بازی کی ضرورت نہیں۔'' حمید بھی آہستہ سے بولا۔ ''بس تم اتنا کرنا کہ میرے خلاف نہ تو کوئی بات سوچنا اور نہ کسی معاملے میں میری مخالفت کرنا۔''

''مگر تم تو اس کا ساتھ دے رہے ہو۔''

اس کے جواب میں حمید اسے صرف آنکھ مار کر رہ گیا تھا اور قاسم دونوں ہاتھوں سے منہ دبا کر ہنسنے لگا تھا۔

پھر انہوں نے باہر جانا چاہا تھا لیکن دروازہ باہر سے بند ملا۔ قاسم نے اسے خلاف معمول قرار دیا تھا۔ وہ پھر اسی کمرے میں واپس آ گئے جہاں فوزیہ بیٹھی ہوئی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ تینوں اونگھنے لگے تھے اور فوزیہ بولی تھی۔ ''پتہ نہیں کیسی ہوا ہے اس طرف کی۔ پیٹ بھرتے ہی نیند آنے لگتی ہے۔''

آرام کرسیوں پر پڑے وہ سو گئے تھے۔ پھر کسی قسم کے شور ہی کی بنا پر اچھل پڑے تھے۔ پہلے تو اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ شور کی نوعیت کیا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ حمید کو احساس ہوا تھا کہ وہ آوازیں اسی پوشیدہ مائیکروفون سے آرہی ہیں جس کے ذریعے وہ اس نا معلوم آدمی کی

آوازیں سنتے رہے تھے۔

دفعتاً وہ شور رک گیا اور پھر وہی آواز آئی۔ ''کیا تم لوگ جاگ پڑے ہو۔''

''ہاں! ہم جاگ پڑے ہیں۔'' حمید اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

''ان بروبانیوں کو سزا دینی ہی پڑے گی۔ کیوں نہ ان کی نسل ہی ختم کر دی جائے۔''

''کیا قصہ ہے! بروبانیوں پر کیوں غصہ اتار رہے ہو؟''

''اس نجس قوم کو ختم ہی ہو جانا چاہئے، جو دوسری اقوام کی لڑکیوں کے اغواء کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہو۔ آج پھر وہ ایک ایسی ہی لڑکی کو اٹھا لے گئے ہیں۔ اب میں انہیں فنا کر دوں گا۔''

''اس معاملے میں تو بیحد واہیات لوگ ہیں۔'' حمید بولا۔

''قاسم! جتنی جلدی ممکن ہو دیو بن جاؤ۔ آج انکی بستی کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے۔''

''میں بہت تھک گیا ہوں۔ آج تو ماف ہی قر دو!''

''کیسی بزدلی کی باتیں کر رہے ہو۔ ان کی عورتیں بڑی توانا اور تندرست ہوتی ہیں۔ جتنی چاہنا پکڑ لینا۔ ان کے سلسلے میں تم پر نکاح کی پابندی بھی نہ ہوگی۔''

قاسم کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا۔ حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ اس نے بالآخر کہا۔ ''عذاب کے فرشتے مامور من اللہ ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔''

''ظالموں کو سبق دینے کے لیے اسی کام کو درست سمجھتا ہوں، جو وہ خود کرتے ہوں۔''

''اے تم اس کی باتوں میں نہ آؤ۔ میں تیار ہوں۔'' قاسم چہک کر بولا۔

''شاباش! تمہارے مرتبے بلند ہوں گے اور کیپٹن حمید تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے۔''

''جیسی تمہاری مرضی!'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ سوچ رہا تھا کہ شاید اسی طرح کچھ کر گزرنے کا موقع مل جائے۔

''تم ہمارا ساتھ دو گے۔''

''یقیناً! کیونکہ معاملہ کسی معصوم لڑکی کا ہے۔ میں ان بروبانیوں کا خون بہاؤں گا۔''

''واقعی تم مرد ہو۔''

پھر قاسم وہاں سے چلا گیا تھا اور ڈاکٹر فوزیہ خاموش کھڑی حمید کی شکل دیکھے جا رہی تھی۔ حمید دیدہ دانستہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ دیو بھی نظر آ گیا۔

سرتاپا حلیہ بدل کر رہ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سر سے پیر تک کوئی خول چڑھالیا ہو۔ اس میں سینگ بھی شامل تھے۔ بہرحال اس ہئیت کذائی میں بحیثیت قاسم ہرگز نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے چراغ الہ دین والے فلمی جن کی طرح ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

''خاموش ہو جاؤ!'' فوزیہ دہاڑی۔

تھوڑی دیر بعد دو مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے ان دونوں سے باہر چلنے کو کہا۔ ڈاکٹر فوزیہ کو وہیں ٹھہرنا تھا۔ اس نے لاپروائی سے اپنے متعلق ہدایات سنی تھیں اور سر جھٹک کر دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

وہ باہر آئے اور حمید مڑ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ چاروں طرف سے اونچی اونچی چٹانوں میں گھری ہوئی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ گہرے کنوئیں میں کھڑے ہوں۔ مسلح آدمی انہیں ایک جانب لے چلے۔

پتلی پتلی دراڑوں سے گزرتے ہوئے وہ بالآخر ایک کھلی جگہ پر پہنچ گئے۔ یہاں کئی آدمی پہلے سے موجود تھے۔ ان میں وہ نقاب پوش بھی نظر آیا جسے حمید پچھلی رات دیکھ چکا تھا۔ غالباً وہی اس کے لیے غار میں کھانا لایا تھا۔

وہ سب ایک طرف روانہ ہو گئے۔ حمید اور قاسم کے علاوہ وہ سبھی مسلح تھے۔ نقاب پوش سمیت وہ آٹھ آدمی تھے۔ بے بسی کا احساس حمید کے ذہن پر طاری ہونے لگا۔ اگر جانا بوجھا علاقہ ہوتا تو کچھ شروع کر دیتا۔ قاسم پر اس وقت بروبانی عورتیں سوار تھیں۔ ورنہ وہ تو بہت کارآمد ثابت ہو سکتا۔ اس کے جسم پر بلٹ پروف خول موجود تھا۔ رائفلیں اور ریوالور اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتے اور وہ انہیں اٹھا اٹھا کر پٹخ دیتا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ پھر ایک تنگ راستے پر آ گئے جس کے دونوں اطراف میں اونچی اونچی چٹانیں تھیں۔ قاسم جھومتا ہوا چل رہا تھا۔ دفعتاً بولا ''کیا میں اپنا قہقہہ اسٹارٹ کر دوں۔''

''نہیں! ابھی نہیں۔ جب میں کہوں تب۔'' نقاب پوش نے کہا۔

حمید چونک پڑا۔ یہ تو وہی آواز تھی جو انہیں مائیکروفون کے ذریعے مخاطب کرتی رہی

تھی۔ اس نے نقاب پوش کو کینہ توز نظروں سے دیکھا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ پھر یک بیک آگے بڑھ کر نقاب پوش کے برابر چلنے لگا۔

''کیا تمہیں اپنے ساتھیوں پر اعتماد ہے۔'' اس نے نقاب پوش کو انگریزی میں مخاطب کیا۔

''ہاں! قطعی لیکن تم ٹھیک سمجھے وہ انگریزی نہیں سمجھ سکتے۔ یہ خانوں سے تنگ آئے ہوئے لوگ ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں خانوں کا دشمن ہوں اس لیے یہ مجھ سے دغا نہیں کریں گے۔''

''ان میں کوئی بروبانی تو نہیں!''

''نہیں! یہ سب میرے خاص آدمی ہیں۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔''

وہ ایک غار میں داخل ہوئے۔ نقاب پوش کے ساتھیوں نے کئی ٹارچیں روشن کر لی تھیں اور وہ بہ آسانی بڑھتے رہے تھے۔

''رک جاؤ!'' دفعتاً نقاب پوش بولا۔ پھر وہ حمید کی طرف مڑا۔ ''تم دیکھو گے کہ قاسم کو دیکھ کر وہ کس طرح بدحواس ہوتے ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''سامنے والی دراڑ سے گزر کر ہم کھلے میں پہنچیں گے، وہیں سے کسی قدر نشیب میں بروبانیوں کی ایک بستی ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ لڑکی اسی بستی میں لائی گئی ہے۔''

''کیوں نہ ہم سب مل کر دھاوا بول دیں۔'' حمید بولا۔

''اس کی ضرورت ہی نہیں۔ ہم سب اوپر سے تماشہ دیکھیں گے۔'' پھر اس نے قاسم کو قریب بلا کر کہا۔ ''تم ان سے کہنا کہ مغویہ لڑکی دو بروبانی لڑکیوں سمیت تمہارے حوالے کر دیں ورنہ تم پوری بستی کو تباہ کر دو گے۔''

''قہقہہ لگاتا ہوا جاؤں؟'' قاسم نے پوچھا۔

''نہیں! خاموشی سے جاؤ! ورنہ وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے کہ لڑکی کو بھی ساتھ ہی لے بھاگیں۔''

''میں سمجھ غیا۔ دیخ لوں غا سالوں کو۔'' قاسم نے کہا اور دراڑ میں داخل ہو گیا بقیہ لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر کھلی فضا میں تھے۔ نقاب پوش نے ایک

چٹان کی آوٹ میں انہیں کھڑا کر دیا اور قاسم نشیب میں اترتا چلا گیا۔ نیچے دور تک چھوٹے بڑے جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ چٹان کے پیچھے سے بستی کی طرف نگراں رہے۔

پھر انہیں قاسم کا قہقہہ سنائی دیا۔ ساتھ ہی وہ چیخ چیخ کر وہی سب کہتا بھی جا رہا تھا جس کی ہدایت نقاب پوش کی طرف سے ملی تھی۔

انہوں نے کچھ بروبانیوں کو جھونپڑوں سے نکلتے دیکھا۔

''ارے یہ کیا ہوا؟'' نقاب پوش بولا۔ ''یہ تو قاسم کی طرف بڑھے آ رہے ہیں۔ آج یہ بھاگ کیوں نہیں رہے۔''

''ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے ڈنڈے بھی ہیں!'' حمید نے کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے بروبانیوں نے قاسم کو گھیر لیا اور اسے ڈنڈوں سے پیٹنے لگے۔

''ابے...... ابے...... کھا جاؤں غا...... چبا جاؤں غا۔'' وہ لڑکھڑاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ویسے وہ بلٹ پروٹ خول کی وجہ سے محفوظ ہی رہا ہوگا لیکن بہرحال وہ ایک وحشیانہ یلغار تھی۔ بوکھلا گیا ہوگا۔

''فائرنگ شروع کر دو!'' نقاب پوش نے اپنے ساتھیوں سے کہا ہی تھا کہ عقب سے آواز آئی۔ ''ٹھہرو۔''

وہ چونک کر مڑے۔ کچھ فاصلے پر شجر بر نامی بروبانی کھڑا نظر آیا۔ وہی جو پچھلی رات حمید کو غار میں نظر آیا تھا۔ خان دارا کا ملازم بروبانی شجر بر۔ اس نے خان دارا کی بھانجی نوشی کی کلائی پکڑ رکھی تھی اور ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی تھی۔

''اگر تم نے ان پر فائرنگ تو میں اس لڑکی کو یہیں ختم کر دوں گا۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ اپنا اسلحہ زمین پر ڈال دیں۔''

''غدار! تو نے خان دارا سے بھی غداری کی اور مجھ سے بھی۔'' نقاب پوش بولا۔

''میں نے تو بروبانیوں سے بھی غداری کی ہے، جو اپنوں کے نہیں ہوتے وہ کسی کے بھی نہیں ہوتے۔'' شجر بر نے جواب دیا۔

''میں تجھے جہنم میں پہنچا دوں گا۔''

''اپنے آدمیوں سے کہو کہ اسلحہ دوسری طرف نشیب میں پھینک دیں ورنہ ٹریگر دب

جائے گا اور اس لڑکی کی کھوپڑی تڑخ جائے گی۔''

اس بار حمید کو چونکنا پڑا۔ آواز شجر بر کی نہیں تھی۔ غالباً اسی کو ہوشیار کرنے کے لیے بولنے والے نے لہجے کو بگاڑا نہیں تھا۔

''جو کہہ رہا ہے وہی کرو!'' حمید آہستہ سے بولا۔ ''ورنہ لڑکی کی جان جائے گی۔''

''تم آخر چاہتے کیا ہو؟'' نقاب پوش نے شجر سے پوچھا۔

''اپنے آدمیوں کو غیر مسلح کر دو...... سمجھوتہ ہو جائے گا۔ لڑکی بھی بچ جائیگی اور خان دارا کو واپس کر دی جائے گی۔''

''اسلحہ پھینک دو!'' نقاب پوش نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

وہ اسلحہ پھینک رہے تھے اور حمید شجر بر کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس نے ریوالور نوشی کی کنپٹی سے ہٹا کر اس کا رخ ان لوگوں کی طرف کر دیا اور بولا۔ ''اب تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟'' نقاب پوش غرایا۔

''سمجھوتہ۔''

اتنے میں قاسم گرتا پڑتا اوپر پہنچ گیا اور ہانپتا ہوا بولا۔ ''سالے پاگل ہو گئے...... ہیں۔ ڈنڈوں...... سے...... پیٹ کر رکھ دیا۔'' اس کے پیچھے بروہانی بھی اوپر چڑھ آئے تھے اور انہوں نے نقاب پوش کے ساتھیوں پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے تھے۔ حمید اچھل کر شجر بر کے قریب جا کھڑا ہوا۔

شجر بر نقاب پوش سے کہہ رہا تھا۔ ''سمجھوتہ یہ ہے کہ تم سب ہتھکڑیاں پہن لو۔ نہیں تو جس نے بھی بھاگنے کی کوشش کی۔ جان سے ہاتھ دھوئے گا۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ روکو اپنے آدمیوں کو۔ ورنہ تمہاری پوری پوری بستیاں تباہ کر دوں گا۔''

پھر اچانک اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑنی شروع ہو گئیں۔

''تت...... تم...... شجر نہیں ہو!'' دفعتاً نقاب پوش چونک کر بولا۔

''میرا بایاں بازو زخمی ہے۔ شجر بر مسکرا کر بولا اور اب تم بھی اپنی اصل آواز میں بولنا شروع کر دو تو زیادہ مناسب ہوگا۔''

''کرنل......فف......فریدی۔''

''تم غلط نہیں سمجھے......!''

دفعتاً نقاب پوش نے بائیں جانب چھلانگ لگائی اور نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔

''تم انہیں سنبھالو!'' فریدی حمید سے کہتا ہوا دوڑ پڑا۔ اس نے بھی نشیب میں چھلانگ لگائی تھی۔

''کک......کیپٹن!'' نوشی ہکلائی۔ ''یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ شجر بر نہیں تھا؟''

''ذہن کو نہ تھکاؤ۔ اس طرف بیٹھ جاؤ۔'' حمید بولا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا۔

نقاب پوشوں کے ساتوں آدمی ہتھکڑیاں پہن چکے تھے اور قاسم ایک طرف کھڑا ہانپ رہا تھا۔

''اس کے سائز کی ہتھکڑی نہیں ہے جناب۔'' بروبانیوں میں سے ایک بولا۔

''ہاتھ پشت پر باندھ دو۔'' حمید نے کہا اور قاسم بوکھلاہٹ میں ''غوں غوں۔'' کرنے لگا۔

''مجبوری ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''چپ چاپ ہاتھ بندھوا لو۔ مجرموں کے ساتھ دھرے گئے ہو۔''

نوشی جو پھر حمید کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی بولی۔ ''وہ نقاب پوش کون تھا؟'' ''میں نہیں جانتا۔'' حمید خشک لہجے میں بولا۔ ''تمہارے لیے لاعلمی ہی بہتر رہے گی۔''

''غمید..... بھائی...... برباد ہو جاؤں غا۔'' قاسم گڑگڑایا اس کے ہاتھ پشت پر باندھے جا رہے تھے۔

''اگر یہ سچ مچ بروبانی ہوتے تو تمہاری رہائی کی کوشش ضرور کرتا لیکن یہ بروبانیوں کے بھیس میں پولیس والے معلوم ہوتے ہیں اس لیے مجبوری ہے۔''

دفعتاً پے در پے کئی فائروں کی آوازیں کسی قدر دور سے آئی تھیں اور حمید اچھل پڑا تھا۔

''اوہ......تم لوگ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔'' اس نے فریدی کے ساتھیوں سے کہا۔ ''ان لوگوں کا پھینکا ہوا اسلحہ اکٹھا کرو۔''

فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے آ رہی تھیں۔ وہ قیدیوں کو انہیں لوگوں کی تحویل میں دے کر نشیب میں اترنے لگا۔ قاسم کے لیے وہ سچ مچ فکر مند تھا۔ اسے عدالت

میں پیش ہونے سے کسی طرح بھی روکا نہ جا سکے گا۔ ڈاکٹر فوزیہ کی گردن بھی پھنس گئی......
فائروں کی سمت کا اندازہ اس نے لگا لیا تھا اور اب خود بھی خالی ہاتھ نہیں تھا۔ نقاب پوش کے آدمیوں کے پھینکے ہوئے اسلحہ میں سے ایک ٹامی گن اس نے اٹھالی تھی اور بہت احتیاط سے اسی طرف چلا جا رہا تھا۔ جدھر سے فائروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کچھ اور آگے بڑھا تو کسی عورت کی آواز سنائی دی۔

کرنل فریدی! خود کو ہمارے حوالے کردو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ ورنہ دس منٹ کے اندر اندر پورا شہر تباہ ہو جائے گا ایک متنفس بھی زندہ نہ بچے گا۔ یہاں سے رام گڑھ تک مردے ہی مردے نظر آئیں گے۔" لیکن پھر فائر کی آواز آئی۔ اس کے بعد دوسری جو نسبتاً بہت قریب کی تھی۔ حمید اور زیادہ احتیاط سے قریب والی آواز کی جانب رینگنے لگا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ فریدی کو للکارنے والی عورت ڈاکٹر فوزیہ تھی۔ وہ پھر کہہ رہی تھی۔" کرنل فریدی! یہ محض دھمکی نہیں ہے۔ ایک ہلکا سا دھماکہ اس ٹیوب کو توڑ دے گا اور جراثیم جھیل میں پھیل جائیں گے اور آن کی آن میں واٹر سپلائی کا مشینی نظام انہیں رام گڑھ تک پہنچا دے گا۔ پھر وادی گلبار سے رام گڑھ تک لاشیں ہی لاشیں......لاشوں کا شہر...... ہا ہا ہا ہا۔" فوزیہ نے پھر فائر کیا اور دوسری طرف سے بھی فائر ہوا۔ اس کی پشت حمید کی طرف تھی اور ایک بڑے پتھر کی اوٹ سے دوسری طرف فائر کر رہی تھی۔ اچانک اس نے کہا۔" ڈاکٹر فوزیہ ریوالور پھینک دو۔ تم ٹامی گن کی زد پر ہو تمہارے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔" ساتھ اس نے اسکے قریب ہی زمین پر فائرنگ کی تھی۔ فوزیہ اچھل پڑی۔ ریوالور اسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔

حمید اسے ٹامی گن کی زد پر لئے آگے بڑھتا رہا۔

" پرواہ نہیں! میرے بعد لاکھوں آدمی مر جائیں۔ تم سب بھی مر جاؤ گے۔" وہ وحشیانہ انداز میں بولی۔" مجھے پہلے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ خود فریدی ہی کسی طرح اس لڑکی کو لے بھاگا ہے۔"

" فکر نہ کرو! اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔" حمید بولا پھر اسنے فریدی کو آوازیں دی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد فریدی وہاں پہنچ گیا۔ بے ہوش نقاب پوش اس کے کاندھے پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور آگے بڑھ کر فوزیہ کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھنے لگا۔ اس کے لیے اس نے اپنا رومال استعمال کیا تھا۔

حمید بیہوش آدمی کو بے نقاب کرنے کی فکر میں پڑ گیا تھا۔

''کیا کرو گے۔'' فریدی بولا۔ ''کیا تم اب بھی نہیں سمجھے؟''

''صرف شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔'' حمید نے کہا اور اس کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ یہ خانزادہ اشرف تھا۔ نیم دیوانہ بیکٹیر یالوجسٹ۔

''اب بتاؤ! وہ ٹائم بم کہاں ہے؟'' فریدی فوزیہ کو گھورتا ہوا بولا۔ ''جس کے دھماکے سے جراثیم والا ٹیوب پھٹ کر جھیل کے پانی کو مہلک بنا دے گا۔''

''اب کیا فائدہ؟'' فوزیہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''بلف کامیاب نہیں ہو سکا۔ اتنی جلدی یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی ایسا انتظام کیا جا سکتا۔ سائرہ والے معاملے میں دیو کو بھی گھسیٹ کر ڈاکٹر اشرف نے عظیم حماقت کی تھی۔ اسی کی وجہ سے کھیل بگڑ گیا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو! قاسم کو صرف بروبانیوں سے علاقہ خالی کرانے ہی تک محدود رکھنا چاہیے تھا۔ مہذب شہریوں کے سامنے ناحق لائے تھے۔ تم لوگ۔''

اس کے بعد فریدی ان سبھوں کو قاسم سمیت اپنے ساتھ لے گیا تھا اور نوشی کو حمید کے ساتھ خان دارا کی شکار گاہ کی طرف روانہ کرا دیا تھا۔

نوشی اپنے باپ کی اس حیثیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ دوسرے دن اس کی تصدیق فریدی نے بھی کر دی۔ حمید کی کہانی سننے کے بعد اس نے کہا۔ ''ٹماٹر والے واقعے کی اہمیت صرف اسی قدر تھی کہ وہ اپنے باپ سے لڑ کر خان دارا کے پاس چلی جائے۔ وہ ہمیشہ یہی کرتا تھا۔ جب کوئی خاص مہم درپیش ہوتی تو نوشابہ کو کسی نہ کسی طرح اپنے پاس سے ہٹا دیا کرتا تھا۔ یقین کرو کہ وہ نیم دیوانہ ہے۔ اصل مجرم فوزیہ ثابت ہوئی۔ اگر انور سے وہ عظیم حماقت سرزد نہ ہوئی ہوتی تو اتنی بڑی مجرمہ پر ہاتھ ڈالنا ہمارے لیے ممکن نہ ہوتا۔ وہ ایک جنگ باز اور امن کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ملک کی ایجنٹ ہے۔ یہاں ڈاکٹر اشرف کے علم سے فائدہ اٹھا کر نت نئے جراثیم پیدا کر رہی تھی۔ اس کے لیے کچھ ایسے مقامی آدمی بھی درکار تھے، جو پوری طرح ان کے وفادار ہوتے یہ خانوں کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے لوگ تھے لہٰذا انہیں عذاب کا وہ فرشتہ بیحد پسند آیا، جو ظالموں کو دنیا ہی میں سزا دینے پر منجانب اللہ مامور کیا گیا تھا۔ وہ اس کے ایک اشارے پر اپنا خون بہانے کو تیار رہتے تھے۔ بہر حال فوزیہ

یہاں کی آب وہوا میں خاص قسم کے جراثیم پیدا کر کے اس ملک کو بھجوار ہی تھی۔اچانک فنڈ کی کمی ہوگئی اور انہوں نے یہ پروگرام بنایا کہ کسی کو پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر کے اس کی پبلسٹی کرائی جائے اور پھر یہاں کے مالدار لوگوں کو دھمکا کران سے بڑی بڑی رقومات وصول کی جائیں۔اگرانہوں نے ادائیگی نہ کی تو وہ بھی پتھر کے ہو جائیں گے۔

اس رات خان کی شکار گاہ پر بروبانیوں نے حملہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ اشرف کے ساتھی تھے۔ حملے کا مقصد محض لوٹ مار کرنا تھا۔ان کے پاس خوراک کی کمی ہوگئی تھی۔ میں رام گڑھ نہیں گیا تھا بلکہ مجھے اس بروبانی پر شبہ ہو گیا تھا جس کا نام شجر بر ہے۔ میں اسی کے پیچھے تھا اور پھر بہرحال میں نے اس سے اگلوالیا کہ وہ ایک نقاب پوش کے لیے بھی کام کرتا ہے اور اسے اس حملے کا علم تھا۔

اسی نے بتایا تھا کہ وہ رات کو رسد لوٹنے آئیں گے لیکن وہ مجھے اس غار سے آگے نہ لے جا سکا جہاں تم پہلے پہنچے تھے۔ اس کی رسائی وہیں تک تھی۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ اس معاملے میں اشرف کا ہاتھ ضرور ہے۔شبہ اسی ٹماٹر والے واقعے سے ہوا تھا۔ بہرحال پھر میں نے اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ نوشی کے اغواہ کی اطلاع شجر بر ہی کے توسط س نقاب پوش تک پہنچا ہی دی جائے۔تم نے دیکھ ہی لیا کہ کیا ہوا تھا۔شجر بر کو تمہارے اور میرے سلسلے میں بھی ہدایت ملی تھی کہ کسی طرح ہمیں اس غار تک پہنچا دیا جائے لہٰذا تم پہنچے تھے۔شجر بر پر مجھے اس وقت شبہ ہوا تھا جب گھوڑوں پر بے آواز فائرنگ ہوئی تھی۔ اس کا ردعمل اس بروبانی پر مجھے قطعی مصنوعی محسوس ہوا تھا۔اب رہے قاسم صاحب تو انہیں عدالت میں تو پیش ہی ہونا پڑے گا......وعدہ معاف گواہ کی حیثیت سے......!''

''لیکن اشرف آپ کے کاندھے پر کیسے سوار ہو گیا تھا؟'' حمید نے پوچھا۔

''بڑی مشکل سے قابو میں آیا تھا۔ اسے بیہوش کر کے تم لوگوں کی طرف پلٹا ہی تھا کہ فوزیہ آٹکرائی۔''

''بڑے دل گردے کی عورت نکلی۔'' حمید نے کہا اور فریدی کے زخمی بازو کو پُرتشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔

ختم شد